

## احساسِ فرض کی اہمیت اور وقت کی قدر و قیمت

اسلامی معاشرے میں فرض کے احساس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ فرض کا احساس جب نہیں ہوتا تو ان گنت خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس بنا پر ایک سرکاری ملازم کے لیے خوش اخلاقی ہی کافی نہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دیانت دار بھی ہو، وقت کا پابند بھی ہو، ڈیوٹی کے اوقات کو خوش گپیوں میں نہ بسر کرتا ہو۔ بد قسمتی سے وقت کی پابندی جس قدر اہم ہے، مسلمان اس سے اسی قدر بے پروا ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ .))

(جامع الترمذی: ۲۳۱۷)

”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتوں کا مشغلہ ترک کر دے۔“

## تم کسی پر آسانی کرو، اللہ تم پر آسانی کرے گا

اللہ تعالیٰ ہمیشہ انسان کو تنگی سے دور اور آسانی کے قریب کرنا چاہتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:  
 ”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتے ہیں اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔“ (البقرہ: ۱۸۵)  
آسانی کرو سختی نہ کرو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 ”آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔“ (بخاری، رقم الحدیث: ۹۶)  
 گویا اسلام تنگی، تکلیف اور حرج کو دور کرنے کی تلقین کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”دین میں کوئی زبردستی (تنگی) نہیں ہے۔“ (البقرہ: ۲۵۶)

### خود آسانی چاہتے ہو تو سب کے لیے آسانی پیدا کرو:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی بڑی تکلیف دور فرمادے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا۔“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۹۹)  
آپ ﷺ کی پسند آسان کام تھے:

نبی کریم ﷺ کی بھی عادت مبارک تھی اگر کسی معاملے میں آپ ﷺ کو آسانی دی جاتی تو آپ ﷺ اس کو اپناتے اور مشقت کو چھوڑ دیتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں سے کسی ایک کام کے اختیار کرنے کے لیے کہا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۲۷)  
آسانیاں پیدا کرنے والے بنو:

آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ تم دوسروں کے ساتھ نرم مزاج اور آسانیاں پیدا کرنے والے بنو، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیہاتی کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو لوگ اس کی طرف اٹھے تاکہ اس کی وجہ سے اسے ڈانٹیں اور ملامت کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب (والی جگہ) پر پانی کا ایک ڈول بہا دو کیوں کہ تمہیں تو صرف آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔“ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۰)  
وہ اسی وجہ سے جنت لے گیا:

نبی کریم ﷺ نے ایک تاجر کے بارے میں بتایا کہ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۰۷۸)

## فہرست

|    |  |                                |  |
|----|--|--------------------------------|--|
|    |  | <b>جواہر پارے</b> ❁            |  |
|    | احساسِ فرض کی اہمیت اور وقت کی قدر و قیمت    |                                |  |
|    | تم کسی پر آسانی کرو، اللہ تم پر آسانی کرے گا | <b>کلمہ طیبہ</b> ❁             |  |
|    | اسباب نہیں مسبب الاسباب                      | <b>اداریہ</b> ❁                |  |
| 2  | (حافظ احمد شاکر)                             |                                |  |
|    | تفسیر سورہ فاطر..... (۳۳)                    | <b>درس قرآن</b> ❁              |  |
| 4  | (مولانا ارشد الحق اثری)                      |                                |  |
|    | توفیق الباری                                 | <b>درس حدیث</b> ❁              |  |
| 7  | (حافظ محمد اشرف سعید)                        |                                |  |
|    | قربانی کے مسائل و آداب..... (۳)              | <b>احکام و مسائل</b> ❁         |  |
| 10 | (مفتی عبید اللہ خان عقیف)                    |                                |  |
|    | اعمالِ حج اور ان کے احکام..... (۱)           | <b>ارکان اسلام</b> ❁           |  |
| 17 | (شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق)                 |                                |  |
|    | مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي..... (۱)       | <b>تحقیق و تنقید</b> ❁         |  |
| 23 | (مولانا ارشد الحق اثری)                      |                                |  |
|    | علمائے اہل حدیث کے بابِ عالی پر ایک دستک     | <b>تذکرہ علمائے اہل حدیث</b> ❁ |  |
| 28 | (عبدالحق مدنی)                               |                                |  |
|    | کلمہ حق                                      | <b>شعر و ادب</b> ❁             |  |
|    | (مولانا فضل الرحمن بن محمد)                  |                                |  |

## اسباب نہیں مسبب الاسباب

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پاک کی شان یہ ہے کہ اس کو تمام صفات کے ساتھ اس طرح مانا جائے جو اس کی شان کے لائق ہے کہ اس جیسی شان اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر انسان زبان سے اس کا اقرار تو کرتا رہتا ہے لیکن عملاً؟ کبھی فرعون انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاتا ہے اور کبھی نمرود انا احمیٰ و اُمیت کی بڑھکتا ہے، کبھی قارون اوتیتہ علی علم عندی کہہ کر اپنے علم پر اظہار تکبر کرتا ہے اور کبھی قوم عاد من اشد من قوۃ جیسے جملے سے اپنے سپر پاور ہونے کا اعلان کرتی رہی۔ لیکن فرعون کو الہ الحق نے جب سمندر کے بیچ غرق کر دیا تو اس وقت فرعون کے آمنت اُنہ لا اِلہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل و انا من المسلمین کہنا کچھ کام نہ آیا اور نمرود زندگی و موت پر دعویٰ قدرت ہونے کے باوجود صدیوں دماغ میں مجھڑ کے بسیرے سے اس قدر عاجز آ گیا کہ وہ کسی اور کو نہیں اپنے آپ کو بھی موت کے حوالے نہ کر سکا۔ اسی طرح قارون جب عذاب الہی کے گھیرے میں آیا تو اس کی دولت اس کو نہ بچا سکی۔ اور جب قوم عاد کو ہلاکت خیز ہوانے برباد کرنا شروع کیا تو ان کا بزعیم خولیش ادعائے سپر پاور دھڑے کا دھرا رہ گیا۔ چلیے یہ وہ باتیں ہیں جن کی خبر ہمیں قرآن حکیم نے دی ہے اور جن کے صحیح ہونے میں شک کرنا کفر ہے۔ تاہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کے بے بس اور ”خوش فہمی قدرت“ کی مثال ایک مکھی سے دیتے ہوئے فرمایا کہ تمام مخلوق مل کر ایک مکھی نہیں بنا سکتی، بلکہ فرمایا: اگر مکھی ان کے کھانے کی کوئی چیز، یعنی ذرہ ہی لے جائے تو یہ واپس نہیں لے سکتے۔ ایسے ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ النمل میں مذکور قصہ سلیمان علیہ السلام میں چیونٹی کا ذکر فرمایا۔ حیوانات کے علماء کا کہنا ہے کہ چیونٹی جیسی کمزور اور کم تر مخلوق کی ایک خاص قسم، یعنی بھورے رنگ کی چیونٹی اگر ہاتھی جیسے دیوبیکل اور گوشت کے پہاڑ کے ننھنے (سوئڈ) میں گھس کر کاٹ لے تو ہاتھی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر اس طرح کے ایمان کا ہی دین و شریعت ہم سے تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن انسان جب قوت، علم اور اقتدار کی ڈھلتی چھاؤں میں غافل اور مبہوت ہو جاتا ہے تو انسان کا ازلی دشمن شیطان اس کے تہرہ، تکبر اور سرکشی کی نمواس طرح کرنے لگتا ہے کہ انسان خود کو ناقابل شکست جان کر ہیبتگی کے طغیان میں بہہ اور بہک جاتا ہے۔

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں اگر ہم حالات حاضرہ کا جائزہ لیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت کے ان گنت مظاہر اور عقل انسانی کی ناکامی و نادرادی کی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہیں:

۱: سائنس و ٹیکنالوجی کے ”مائی باپ“ امریکا میں ایک سے زیادہ آنے والے باد و باراں کے طوفان، مختلف ممالک میں گاہے گاہے آنے والے سمندری طوفان سونامی کی سائنسی توجیہات تو کی جاتی رہیں اور اب تک کی جارہی ہیں لیکن قادر و قدیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قہاریت و جباریت کی طرف کبھی کسی نے نہ توجہ کی اور نہ ہی غور کیا اور نہ ہی توبہ و استغفار کی طرف کسی کا دھیان گیا۔ یہ سائنس دان اور انجینئر اگر اہرام مصر کی بیہت یا عذاب الہی سے تباہ شدہ عاد و ثمود کے پہاڑوں کی تراش خراش اور ان کے اندر کی تعمیرات دیکھیں تو انھیں عبرت و بصیرت کے بہت سے اسباق حاصل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ یہ ان سے عبرت پکڑنا چاہیں۔

وطن عزیز میں ۲۰۰۵ء کا زلزلہ کہ زندہ انسانوں نے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکتے دیکھا، دو پہاڑوں کا باہم مل کر آبدابیاں تباہ ہوتی دیکھیں اور پھٹی ہوئی زمین میں دھنستی عمارتوں کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد سیلاب، سمندری طوفان، دریاؤں میں طغیانی، زمین کا پانی اگلنا اور آسمان سے برسنا! یہ سب ایمان کے تزلزل، دین سے دوری اور بد عملی کی وجہ سے تھا۔ افسوس کہ ان مواقع پر اسلامی نظریاتی مملکت کے رہنے والے مسلمان بھی بارگاہ الہی میں جھکے، گناہوں کے اعتراف اور ان سے تائب ہونے کی بجائے ان آفات، مصائب اور عذابوں کی سائنسی و فنی وجوہات کے کوہلو کے گرد

ہی گھومتے رہے اور اب تک گھوم رہے ہیں۔

لاہور میں ایک حقیر سے مجھ سے قیامت پیا کی ہوئی ہے۔ اس کے علاج اور اس سے بچاؤ کی انتہائی تدابیر کی جا رہی ہیں، جس میں سپرے کو سب سے اہم گردانا گیا۔ اور پنجاب حکومت کے علاوہ بعض جماعتیں، ادارے اور اصحاب خیر اس کا رِخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز عبث یعنی بے مقصد تو تخلیق نہیں فرمائی۔ چھپکلی ایک کریہہ چیز ہے۔ فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کو ان چھپکلیوں کی خوراک اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اب ڈینگلی سپرے سے مجھروں کے ساتھ چھپکلیاں بھی ہلاک ہو رہی ہیں۔ گلابی موسم میں روشنی کے گرد گھومنے والے پروانوں کو بھی یہی چھپکلیاں نلگتی اور ختم کرتی ہیں۔ اس..... شاید غیر ضروری..... تفصیل عرض کرنے کی غرض یہ ہے کہ یہ سب دریا، سمندر، غرضیکہ تمام مخلوق اس رب الارض کے حکم کے مطیع ہیں جو خالق کل شیء ہے۔ اگر اس کی کوئی مخلوق..... پانی، مچھریا لکھیاں..... پھرتی ہیں تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کی ہی اطاعت کرتی ہیں جو ہمارے اعمال اور کرتوتوں کی سزا ہوتی ہے۔ انسانوں، خصوصاً مسلمانوں، کو ایسے آفات و مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب سے اس کا علاج بھی کرنا چاہیے لیکن خالق و مالک کے حضور جھکنے، گڑ گڑانے اور الحاح و زاری کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیے کہ ہر مخلوق اس کے حکم کے تابع ہے۔ جب عذاب الہی آ جاتا ہے تو اس وقت نہ فرعون کا دعویٰ ربوبیت اس کو بچا سکتا ہے اور نہ ہی کسی اور متکبر کو اس کا تکبر۔ رہا نمرود اس کا زندگی و موت پر اختیار کا زعم تو ایک مجھرنے ختم کر دیا کہ وہ کسی اور کو نہیں وہ اپنی ذات کو بھی مسلسل اذیت و کرب کے عذاب سے نجات کی خاطر، موت سے ہم کنار نہ کر سکا۔ اس طول کہانی کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ ملک و ملت پر ایسی آزمائشوں کے وقت صرف اسباب پر انحصار نہ کرنا چاہیے بلکہ مسبب الاسباب سے رابطہ رکھنا چاہیے اور اسی پر ہی انحصار کرنا چاہیے کہ قرآن حکیم ہمیں بار بار اسی طرف توجہ دلاتا ہے:

﴿فَاعْف عَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبَا وَ إِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

”اے ہمارے رب! ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما کیونکہ تو ہی ہمارا مددگار ہے، پس کفار کے خلاف ہماری اعانت فرما۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور لوٹنا بھی تیری طرف ہے۔“

**زریں قول:**

ساڑھے تین سال میں حکومتی منصوعات بجلی، تیل اور گیس کی قیمتیں تقریباً دو گنا بڑھ چکی تھیں کہ ”بے صبرے“ عوام بجلی کی مزید مہنگائی اور سردیوں میں گیس کی بہت زیادہ لوڈ شیڈنگ کی نوید وطن عزیز کی اس حکومت نے دی ہے، جس کا وزیراعظم اپنی حکومتی کارکردگی پر دو سو فیصد مطمئن ہے۔ اخبارات کے مطابق حکومت کی کارکردگی یہ ہے کہ ساڑھے تین سال میں اندرونی و بیرونی قرضے تقریباً دو گنا ہو کر گیارہ ہزار (۱۱۰۰۰) ارب تک پہنچ گئے ہیں۔ بجلی کی جو ظالمانہ لوڈ شیڈنگ پنجاب میں عموماً اور صنعتی شہروں میں خصوصاً گزشتہ ماہ شروع کی گئی اور پہلے بھی تھی، پھر احتجاج بلکہ شدید احتجاج کے بعد چھو منتر سے اس کو ختم بھی کر دیا گیا تھا۔ اب اس کی مبادیات پھر شروع کی جا رہی ہیں۔ اخبارات کے بقول حکومت پاؤر کمپنیوں کے واجبات ادا کر دے تو لوڈ شیڈنگ کی یہ صورت حال نہ ہو، لیکن حکومت بجلی کی قیمتوں میں کم و بیش ہر ایک، دو، اور تین ماہ بعد اضافہ تو کیے جا رہی ہیں لیکن حکومت کمپنیوں کو ادائیگی کرنے کی بجائے نہ اپنے الٹے تلکے گھٹا رہی ہے، اور نہ ہی حکم ران اپنے جمبوسائز کے مسرفانہ سرکاری دورے کم کر رہے ہیں، اور نہ سیاست دانوں کو ترقیاتی فنڈز کے نام پر نوازنے کے عمل میں کمی آرہی ہے۔ قومی و صوبائی اسمبلیاں اگر لوڈ شیڈنگ میں صرف ایک استثنائے ختم کرنے کا بل منظور کر دیں تو اس ایک بل سے کم از کم بجلی کا مسئلہ تو ضرور حل ہو جائے گا۔ ہر حکم ران اور سیاست دان ”ہم غریب عوام کے ساتھ ہیں“ کا جملہ لگاتے رہتے ہیں اس ایک عمل سے ان کے اس قول کی صداقت کا اسمبلیاں عملاً ثبوت مہیا کر دیں تو ان کی یہ کارکردگی وطن عزیز کی جمہوریت کی تاریخ میں زریں قول بن کر درج ہو جائے گی۔

# تفسیر سورہ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ

شان معاف کر دے یا عذاب میں تخفیف فرما دے، ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ فرما جو تیرے عدل کے مطابق ہے اور ہم اس کے مستحق ہیں بلکہ اپنے غف و بخشش کا معاملہ فرما۔ مگر اس کی بجائے کہیں گے: ہمیں یہاں سے نکال لے، آئندہ ہم نیک عمل کریں گے۔

یہ بچھتاوا جہنم میں جا کر ہی نہیں موت کے وقت سے ہی ہوگا، جیسے فرمایا:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِي ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۝﴾

(المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰)

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کر لوں۔ ہرگز نہیں!“ میدانِ محشر میں بھی یہی التجا کریں گے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝﴾ (السجدة: ۱۲)

”اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، (کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، ہمیں واپس بھیج تاکہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تو اس برے وقت سے پہلے ہی خبردار کر دیا ہے:

﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ

﴿وَهُمْ يَصْطَرِّخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝﴾

(فاطر: ۳۷)

”اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کہا: ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

جہنمی جینیں گے، چلائیں گے۔ ”یصطرخون“ صرّخ سے ہے۔ جسے عذاب دیا جا رہا ہو، اس کی آواز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جو دادخواہی اور فریادری کے لیے ہوتی ہے۔

”سمعت سارقة القوم“ یعنی میں نے قوم کی دادخواہی کی آواز سنی۔ جہنمیوں کی چیخ و پکار بھی اسی لیے ہوگی کہ کوئی ہماری مدد کے لیے پہنچے۔ مدد کے لیے تو کوئی آئے گا نہیں۔ اللہ رب العزت سے کہیں گے ہمیں جہنم سے نکال، اب ہم اچھے عمل کریں گے۔ دنیا میں توحید کا انکار کیا، آئندہ ہم اس کا اقرار کریں گے۔ پہلے ہم نے دن نافرمانیوں میں گزارے، آئندہ فرمانبرداری میں بسر کریں گے۔

اس میں ان کے اپنے جرم کا اعتراف ہے اور ان کی گمراہی کا اشارہ بھی ہے کہ وہ یوں نہیں کہیں گے کہ اے اللہ! آپ نے جنتیوں پر تو بڑا احسان فرمایا اور اپنے فضل سے انہیں بہت کچھ نوازا، ہم گناہ گار ہیں، مجرم ہیں، آپ کے فضل کے زیادہ مستحق ہیں، اپنی شایان

تیسرا قول ستر سال کا ہے۔ مگر صحیح پہلا قول ہے کیوں کہ صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت میں تامل کیا ہے مگر ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

”لا يلتفت إليه بعد تصحيح البخاري .“  
”امام بخاری کی تصحیح کے بعد ابن جریر کا قول ناقابل التفات ہے۔“

اطباء کہتے ہیں کہ انسان کی طبعی عمر ایک سو بیس سال ہے۔ ساٹھ سال کے بعد اس میں ضعف وضمحال شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أعمار أمتي بين الستين إلى السبعين ،  
وأقلهم من يجوز ذلك .“ (ترمذی: ۳۵۵۰۔ ابن ماجہ: ۴۲۳۶۔ ابن حبان وغیرہ)

”میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال کے مابین ہے اور بہت کم اس سے آگے بڑھنے والے ہوں گے۔“  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی دی ہوئی عمر کو غنیمت سمجھ کر اللہ کی اطاعت میں عمر صرف کرنی چاہیے۔ مومن صادق کے لیے طویل عمر ایک بڑی نعمت ہے جبکہ کفر و عصیان میں زندگی گزارنے والے کے لیے طویل عمر وبال جان ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سائل نے پوچھا: بہتر انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”خيركم من طال عمره وحسن عمله ،“ قال:  
فأي الناس شر؟ قال: ”من طال عمره وساء عمله .“ (ترمذی: ۲۳۳۰ وغیرہ)

”تم میں سے بہتر وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل نیک ہوں۔“  
سائل نے کہا: لوگوں میں برا کون ہے؟ فرمایا: ”وہ جس کی عمر لمبی اور اس کا عمل برا ہو۔“

مومن زندگی میں نیک عمل کر کے جنت میں بلند مقام حاصل کرتا ہے جبکہ کفر و عصیان میں مبتلا انسان اپنے لیے جہنم کی گہرائیوں میں اترنے کا سامان تیار کرتا ہے۔

الْمَوْتُ فَيَقُولُ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ  
فَأَصْدَقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَكِنَّ يُوَخِّرُ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا  
جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

(المنافقون: ۱۰، ۱۱)

”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب اس کا وقت آجائے۔ اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔“

یہی بات سورہ ابراہیم (۴۴) میں بھی بیان ہوئی ہے۔ دنیا میں خبردار کر دینے کے بعد اس کی تمنا بے کار ہے۔ نہ موت سے چھٹکارا ہے اور نہ جہنم سے بچنے کی کوئی سبیل ہے۔

﴿أَوَلَمْ نَعْمُرْكُمْ﴾ کیا ہم نے تمہیں پہلے عمر نہیں دی تھی؟ تب تو تم نے کوئی نصیحت نہیں پکڑی تو آئندہ کیا کرو گے۔ اس سے مراد کتنی عمر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ ساٹھ سال کی ہے، یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أعذر الله عز وجل الى امرئ آخر عمره حتى بلغه ستين سنة .“ (بخاری: ۶۴۱۹)

”اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا جس کی عمر لمبی کی، حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔“

اتنی عمر پانے والا یہ عذر نہیں کر سکتا کہ مجھے مہلت نہیں ملی۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور شارح صحیح بخاری کا بھی یہی موقف ہے۔

(فتح الباری: ۱۱/۲۳۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو رائج کہا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عمر چالیس سال ہے، یہ موقف امام ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے اور یہی قول حضرت ابن عباسؓ، طاوسؓ، حسن بصریؓ سے منقول ہے۔



ساٹھ سے ستر سال کے مابین امت کے افراد کی عمومی عمر ہے۔ ساٹھ سال کا ہو جائے تو اسے اپنے آخری وقت سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور جانے کی تیاری دوچند ہو جانی چاہیے۔ ساٹھ کے بعد تو گویا رعایتی مدت مل رہی ہے۔ اسے غنیمت سمجھ کر رضائے الہی میں کوشش کرنی چاہیے۔

﴿وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ﴾ علاوہ ازیں تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آیا۔ اس کے بعد اب کیوں کر مہلت طلب کرتے ہو۔ ”النذیر“ سے مراد رسول ہے۔ بلکہ جب جہنم میں داخل ہوں گے تب ہی فرشتہ اس کا سوال کرے گا، جیسے فرمایا:

﴿كُلَّمَا أَلْقَىٰ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنَّا أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝﴾ (الملک: ۸، ۹)

”جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا: اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری تو تم ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔“

بلکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتے جب تک اس کے پاس رسول نہ بھیجا جائے، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (۱۵) میں ہے۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ، ابو جعفر باقر، قتادہ اور سفیان بن عیینہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی ہے۔ گویا بڑھاپا بھی اللہ کی طرف سے پیغام ہے کہ کھیل تماشے کا وقت گزر گیا۔ اب چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے، اللہ سے ڈرنا چاہیے اور آخرت سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بعض نے کہا ہے: اس سے مراد اقارب و احباب کی موت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أَكْثَرُوا ذِكْرَ هَازِمِ اللِّذَاتِ الْمَوْتِ.“

(ترمذی: ۲۳۰۷۔ نسائی: ۱۸۲۵)

”لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کو اکثر یاد کیا کرو۔“

ایک ضعیف روایت میں ہے:

”كُفَى بِالْمَوْتِ وَاعْظَا.“

(السلسلة الضعيفة: رقم: ۵۰۲)

”سمجھانے کے لیے موت کافی ہے۔“

ایک عورت نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے قساوت قلب کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: ”موت کو اکثر یاد کرو اس سے دل نرم ہو جاتا ہے۔ (التذكرة للقرطبي، ص: ۲۱)

قبروں کی زیارت کی اجازت بھی اسی لیے دی کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ تمہاری نصیحت کے لیے نبی بھیجے، دوسرے طریقوں سے بھی تمہیں خبردار کیا گیا مگر تمہاری آنکھیں نہ کھلیں۔ لہذا آج تم اللہ کا عذاب چکھو، تم خواہ کتنا ہی چیخو چلاؤ، تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔

جن کے بارے میں تم سمجھتے تھے یہ آڑے وقت ہماری مدد کریں گے وہ بھی جواب دے دیں گے۔



### مولانا عبدالرشید بھوجیانی کی وفات

مولانا عبدالرشید خان بھوجیانی بن مولانا عبداللہ شہید بھوجیانی بانی رکن مسجد محمدی و مدرسہ طالبات کوٹ رادھا کشن قصور ۲۴ ستمبر ۲۰۱۱ء کو عمر ۸۲ برس وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم مولانا عبداللہ شہید بھوجیانی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے۔ سیاسی و سماجی شخصیت تھے۔ بلدیہ میں ممبر بھی رہے۔ غلہ منڈی میں آڑھت کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ قاری صہیب میر محمدی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کثیر احباب جماعت، علمائے اسلام نے شرکت فرمائی۔ مرحوم نے پس ماندگان میں آٹھ لڑکے اور پانچ بیٹیاں سو گوار چھوڑی ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (حکیم یحییٰ عزیز ڈاھروی)



# توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ  
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

عَيْنُهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ جُنَاحٌ.)) (صحيح البخاري)  
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر کوئی آدمی تمہارے گھر میں جھانکے، تم کنکر سے اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں۔“  
**فائدہ:** اہل حدیث کا یہی مذہب ہے کہ اس صورت میں کوئی قصاص آنکھ پھوڑنے والے پر نہیں آتا۔ یہ جانیہ ہدر (رائیگاں) ہے۔  
۱۱۰۱. عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِمًا يُصَلِّي فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِي بَيْتِهِ فَأَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَسَدَّدَ نَحْوَ عَيْنَيْهِ. (صحيح البخاري)  
”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک آدمی نے آپ ﷺ کے گھر میں جھانکا، آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس کی آنکھوں کی طرف سیدھا کیا۔“

باب: الاستئذان من أجل النظر

اجازت لینا نظر ہی کے لیے ہے

۱۱۰۲. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي بَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِدْرَى يَحْكُ بِهِ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَعْلَمَ أَنَّكَ تَنْظُرُنِي لَطَعْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ)) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأِنَّمَا جُعِلَ الْأَذُنُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ.)) (صحيح البخاري)  
”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سوراخ میں سے

باب: الاستئذان غير السلام

سلام کے بغیر اندر آنے کی اجازت طلب کرنا

۱۰۹۸. عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَنْ يَسْتَأْذِنُ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، قَالَ: لَا يُؤْذَنُ لَهُ حَتَّى يَبْدَأَ بِالسَّلَامِ. (صحيح الإسناد)

”حضرت عطاء رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں بیان کرتے ہیں جو بغیر سلام کے اندر آنے کی اجازت مانگے تو انھوں نے فرمایا: اس آدمی کو اجازت نہ دی جائے جب تک کہ وہ سلام نہ کرے۔“ (یعنی یہ کہہ السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں۔)

۱۰۹۹. أَنَّ ابْنَ جَرِيحٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: إِذَا دَخَلَ وَلَمْ يَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقُلْ: لَا، حَتَّى يَأْتِيَ بِالْمِفْتَاحِ؛ السَّلَامِ. (صحيح الإسناد)  
”ابن جریج بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کوئی آدمی اندر داخل ہونے کے وقت ”السلام علیکم“ نہ کہے تو اسے اندر آنے کی اجازت نہ دو۔ اس کو کہو: اجازت کی چابی لاؤ، یعنی السلام علیکم کہو۔“

باب: إذا نظر بغير إذن تفقأ عينه

جب کوئی آدمی بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں جھانکے تو اس کی آنکھ پھوڑ دو

۱۱۰۰. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ اطَّلَعَ رَجُلٌ فِي بَيْتِكَ فَخَذَفَتْهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأَتْ

جھانکا، آپ ﷺ اس وقت کنگھی سے اپنے سر کو کھجلا رہے تھے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: ”اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں تیری آنکھوں میں یہ کنگھی مار دیتا“ (یعنی تیری آنکھوں کو پھوڑ دیتا) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسی نظر کی وجہ سے اجازت کا حکم ہے۔“

۱۱۰۳. عن أنس، قال: اطلع رجل من خلل في حجرة النبي فسدد رسول الله ﷺ بمشقص فأخرج الرجل رأسه. (صحيح البخاري)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے آپ کے حجرے کے سوراخ سے اندر جھانکا، آپ ﷺ نے اس کی طرف تیر سیدھا کر دیا، اس آدمی نے اپنا سر پیچھے کر لیا۔“

باب: إذا سلم الرجل على الرجل في بيته

گھر میں بیٹھے ہوئے کو سلام کرنا

۱۱۰۴. عن أبي موسى قال: استأذنت علي عمر فلم يؤذن لي - ثلاثا - فأذبرت، فأرسل إلي فقال: يا عبد الله، اشتد عليك أن تحتبس علي بابي؟ أعلم أن الناس كذلك يشدد عليهم أن يحتبسوا علي بابك، فقلت: بل استأذنت عليك ثلاثا فلم يؤذن لي فرجعت (وكننا نؤمر بذلك) فقال: ممن سمعت هذا؟ فقلت: سمعته من النبي ﷺ فقال: أسمعت من النبي ﷺ ما لم تسمع؟ لئن لم تأتيني على هذا بيته لأجعلنك نكالا، فخرجت حتى أتيت نفرا من الأنصار جلوسا في المسجد فسألتهم، فقالوا: أو يشك في هذا أحد؟ فأخبرتهم ما قال عمر فقالوا: لا يقوم معك إلا أصغرنا، فقام معي أبو سعيد الخدري - أو أبو مسعود - إلى عمر فقال: خرجنا مع النبي ﷺ وهو يريد سعد بن عبادَةَ أتاه فسلم فلم يؤذن له، ثم سلم الثانية ثم الثالثة،

فلم يؤذن له، فقال: قضينا ما علينا، ثم رجع فأدركه سعد فقال: يا رسول الله والذي بعثك بالحق ما سلمت من مرة إلا وأنا أسمع وأرد عليك ولكن أحببت أن تكثر من السلام علي وعلى أهل بيتي، فقال أبو موسى، والله إن كنت لأميناً على حديث رسول الله ﷺ فقال: أجل، ولكن أحببت أن أسئبت. (صحيح البخاري)

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت مانگی، مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس آدمی بھیجا۔ (میں آپ کے پاس آیا) تو فرمایا: اے عبد اللہ! (یہ ابو موسیٰ کا نام ہے) تم کو سخت ناگوار گزرا ہوگا کہ تم میرے دروازے پر رکے کھڑے رہو۔ جان لو بے شک لوگوں کو کبھی تمہارے دروازے پر رکے کھڑے رہنا ناگوار گزرتا ہے۔ میں نے عرض کی: میں نے تو تین بار اجازت مانگی تھی، مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ تو نے کس سے سنا ہے؟ میں نے عرض کی: میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تم نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے جس کو میں نے نہیں سنا۔ اگر تو نے اس پر کوئی گواہی پیش نہ کی تو میں تجھے عبرت ناک سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں باہر نکلا۔ انصار صحابہ کی ایک جماعت کے پاس آیا جو مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے کہا: کیا کوئی اس حدیث میں شک کرتا ہے؟ میں نے انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کر دیا۔ انھوں نے کہا: تیری تائید میں گواہی کے لیے ہم میں سے سب سے چھوٹا ہی تمہارے ساتھ جائے گا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ انھوں نے حدیث بیان کی کہ ہم لوگ ایک

الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ .)) (صحیح، الإرواء)  
”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کسی آدمی کی طرف بلانے کے لیے قاصد بھیج دینا ہی اس کے لیے اجازت نامہ ہے۔“

۱۱۰۸ . عَنْ أَبِي الْعَلَانِيَةِ قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ فَسَلَّمْتُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي ثُمَّ سَلَّمْتُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي ثُمَّ سَلَّمْتُ الثَّلَاثَةَ فَرَفَعْتُ صَوْتِي وَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الدَّارِ! فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَتَنَحَيْتُ نَاحِيَةً فَقَعَدْتُ فَخَرَجَ إِلَيَّ غُلَامٌ فَقَالَ: ادْخُلْ . فَدَخَلْتُ فَقَالَ لِي أَبُو سَعِيدٍ: أَمَا إِنَّكَ لَو زِدْتَ لَمْ يُؤْذَنْ لَكَ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْاَوْعِيَةِ، فَلَمْ أَسْأَلْهُ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: حَرَامٌ، حَتَّى سَأَلْتُهُ عَنِ الْجَفِّ فَقَالَ: حَرَامٌ، فَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَتَّخِذُ عَلَى رَأْسِهِ أَدَمٌ فَيُوكَأُ . (صحیح)

”حضرت ابوالعلانیہ سے روایت ہے کہ میں ابوسعید خدریؓ کے پاس گیا۔ میں نے سلام کہا۔ مجھے (اندر داخل ہونے کی) اجازت نہ ملی، پھر میں نے (دوسری مرتبہ) سلام کہا، پھر بھی اجازت نہ ملی، پھر میں نے تیسری مرتبہ ذرا بلند آواز سے سلام کہا اور کہا: السلام علیکم یا اہل الدار! پھر بھی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میرے پاس ایک لڑکا آیا، کہنے لگا: اندر آ جاؤ۔ میں اندر داخل ہو گیا، میں اندر گیا تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: اگر تم میں سے زیادہ سلام کرتے تو میں تم کو اجازت نہ دیتا (میں نے آپ کو قاصد بھیج کر اجازت دی ہے)، پھر میں نے ان سے برتنوں کے بارے میں سوال کیا، میں جس چیز کے متعلق ان سے سوال کرتا وہ کہہ دیتے، حرام ہے۔ پھر میں نے ”ہف“ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اس کے متعلق بھی کہا: حرام ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہف ایک برتن نما کوئی چیز ہے جس کے منہ پر چھڑا لگا کر تسے سے باندھ دیا جاتا ہے۔“

بار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ آپؐ کا ارادہ سعد بن عبادہؓ کے پاس جانے کا تھا۔ وہاں پہنچے، آپؐ نے سلام کیا، اجازت نہیں ملی۔ آپؐ نے دوبارہ سلام کہا، پھر تیسری بار سلام کیا، پھر بھی آپؐ کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا: ”ہم پر جو حکم واجب تھا ہم نے وہ پورا کر دیا۔“ پھر آپؐ واپس لوٹ آئے تو حضرت سعدؓ دوڑ کے آئے، آپؐ سے ملے اور عرض کی: اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے جتنی دفعہ سلام کہا تو میں نے سنا اور اس کا جواب بھی دیا لیکن میں چاہتا تھا آپؐ میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے زیادہ سے زیادہ سلام فرمائیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: اللہ کی قسم میں حدیث رسول ﷺ کے سلسلے میں امین ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں، بے شک مجھے آپؐ کی دیانت پر شک نہیں لیکن میں چاہتا تھا اچھی طرح تحقیق کر لوں۔“

باب : دعاء الرجل إذنه

کسی کو قاصد بھیج کر بلایا جائے تو یہی اس کے لیے اندر آنے کی اجازت ہے

۱۱۰۵ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: إِذَا دُعِيَ الرَّجُلُ فَقَدْ أُذِنَ لَهُ . (صحیح موقوف)

”حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی آدمی کو (قاصد بھیج کر) بلایا جائے، یہ اس کے لیے اجازت نامہ ہے۔“

۱۱۰۶ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُولِ فَهُوَ إِذْنُهُ .)) (صحیح)  
”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کسی آدمی کو (قاصد بھیج کر) بلایا جائے اور وہ اس کے ساتھ آ جائے تو یہ اس کے لیے اجازت ہے۔“ (اس کو اندر آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔)

۱۱۰۷ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَسُولٌ

## قربانی کے مسائل و آداب

مفتی عبید اللہ خان عقیف (بانی جامع مسجد امۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن فیصل آباد)

اگر قربانی کا جانور ذبح ہو جائے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر قربانی کا جانور ایام قربانی سے پہلے ہی ذبح ہو جائے یا مر جائے تو صاحب استطاعت کو دوسرا جانور خرید کر قربانی ذبح کر دینی چاہیے۔ اگر صاحب استطاعت نہ ہو تو اس کو قربانی کا ثواب مل جائے گا۔

قربانی تبدیل کرنا:

مولانا عبد الجبار سلفی کے مطابق جناب عمرہ، جناب مجاہد، امام مالک، امام محمد، امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ قربانی تبدیل کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ (معنی ابن قدامہ مع شرح الکبیر، بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام، ج: ۳۵، شمارہ ۷، ۸، مجریہ ۷ تا ۱۴ ذی الحجہ، ۱۴۰۳ھ)

جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر اس موقف کے خلاف مروی ہے، چنانچہ تلخیص الحبیر (۱۳۵/۴) میں ہے:

”عن سلمة بن كهيل عن خال له أنه سأل علياً عن أضحية اشتراها، فقال: أو عينتموها للأضحية؟ فقال: نعم، فكرهه.“

”جناب سلمہ بن کھیل رضی اللہ عنہ کے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں نے قربانی کا جانور خرید کیا تھا۔ اب میں اسے تبدیل کر لوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا تم نے اس جانور کو قربانی کے لیے معین کر لیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تبدیل کرنے کو مکروہ قرار دیا۔“

اس بیچ مدان کے نزدیک قربانی کے جانور کی تعیین کے بعد اسے

تبدیل کرنا مناسب نہیں۔ واللہ اعلم

ذبح کا وقت:

حدیث صحیح کے مطابق قربانی ذبح کرنے کا وقت بعد از نماز عید ہے۔ قبل از نماز عید قربانی بس گوشت ہے جو کھالیا گیا ہے، قربانی نہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال النبي ﷺ: ”إن أول ما نبذأ في يومنا هذا أن نصلي، ثم نرجع فننحر، فمن فعل ذلك فقد أصاب سنتنا، ومن نحر قبل الصلاة فإنما هو لحم قدمه لأهله، ليس من النسك في شيء.“ (صحيح بخاري، باب الذبح بعد الصلوة: ۱۲ / ۸۳۴)

”نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہم پہلے نماز عید ادا کرتے ہیں اور واپس لوٹ کر قربانی ذبح کرتے ہیں، اور جس نے ایسا کیا تو اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز عید سے قبل جانور قربان کر دیا تو وہ محض گوشت ہے، ایسے قربانی کا عمل ادا نہیں ہوگا۔“

اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

”قال رسول الله ﷺ: ”من صلى صلاتنا ووجه قبلتنا ونسك نسكنا فلا يذبح حتى صلى.“

(باب وقت الأضحية، جلد: ۲)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح قبلہ کی سمت میں نماز پڑھتا ہے اور ہماری قربانی کرتا ہے تو وہ نماز سے پہلے قربانی ذبح نہ کرے۔“

چھری تیز ہونی چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ چھری تیز

کر کے لاؤ:

”فقال: ”يا عائشة! هطي المديّة“، ثم قال: ”اشحذيهما بججر“، ففعلت، ثم أخذها وأخذ الكبش فأضجعه، ثم قال: ”بسم الله، اللهم من محمد وآل محمد ومن أمة محمد“، ثم ضحى به.“ (صحیح مسلم)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس قربانی کے لیے ایک مینڈھا لایا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے چھری لانے کو کہا۔ میں چھری لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ پتھر پر اس کو تیز کرلو، پھر آپ نے مینڈھے کو لٹا کر بسم اللہ کے ساتھ ذبح فرمایا اور کہا: ”اے اللہ! اس کو میری اور میری آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔“

**مسئلہ:** علماء نے لکھا ہے کہ ذبح کے وقت جانور کا رخ قبلہ کی طرف ہونا مستحب ہے۔

**ذبح کرنے کی دعا:**

قربانی ذبح کرتے وقت ”بسم اللہ اللہ اکبر“ کہنا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ٹانگ شریف مینڈھوں کی گردن پر رکھ کر ”بسم اللہ اللہ اکبر“ پڑھ کر بذات خود ذبح فرمائے۔

(صحیح بخاری، باب التکبیر عند الذبح: ۸۶۲/۲)

عون المعبود میں مزید یہ دعا بھی مروی ہے کہ آپ نے ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھی:

”إنی وجهت وجهی للذی فطر السموت والأرض علی ملة ابراهیم حنیفا وما أنا من المشرکین . إن صلاتی ونسکی ومحیای

ومماتی لله رب العالمین . لا شریک له وبذلك أمرت وأنا من المسلمین . اللهم منك ولك عن محمد وأمتہ بسم الله والله أكبر .“ (أبو داود مع عون المعبود، باب ما يستحب من الضحایا: ۵۲/۳)

**خصی جانور کی قربانی:**

اگرچہ ضمناً پہلے یہ مسئلہ حوالہ قرطاس ہو چکا ہے، تاہم اب قدرے مفصل پیش کیا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک خصی جانور قربانی میں جائز نہیں مگر ان کا یہ موقف درست نہیں کیوں کہ احادیث صحیحہ کے مطابق خصی جانور کی قربانی بلاشبہ جائز ہے کیوں کہ خصی ہونا عیب نہیں، جیسا کہ صحیح مسلم، مسند احمد وغیرہ میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی مینڈھے قربان کیے تھے۔ (ملاحظہ ہو: نیل الأوطار: ۱۳۵/۵)

**خود ذبح کرنا افضل ہے:**

اوپر کی احادیث کے مطابق اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرنا سنت ہے۔ اگر خود ذبح نہ کر سکے تو دوسرا آدمی بھی ذبح کر سکتا ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے:

”باب من ذبح ضحیۃ غیرہ۔ وأعان رجل ابن عمر فی بدنتہ، وأمر أبو موسیٰ بناتہ أن یضحیٰ بأیدیہن.“ (صحیح بخاری: ۸۳۴/۲)

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث لائے ہیں جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی ذبح فرمائی۔ قربانی پہلے دن (دس ذوالحجہ) افضل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث کی رو سے دس ذی الحجہ کو قربانی ذبح کرنا افضل ہے:

”ما عمل ابن آدم یوم النحر عملاً أحب إلی اللہ من إهراق الدم.“ (ترمذی بحوالہ نیل الأوطار) (۱)

(۱) سنن ترمذی (۱۴۹۳) علماء اس حدیث کو قابل احتجاج نہیں سمجھتے۔ اسے اگرچہ امام ترمذی نے حسن غریب اور امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے لیکن ابن الملقن رحمہ اللہ ان کے اس فیصلے کو مکمل نظر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سلیمان کعمی منکر الحدیث اور متروک ہے۔ (البدر المنیر: ۳۷۴/۹) ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی اسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ (العلل المتناہیة: ۵۷۰/۲) علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف ہی کہا ہے۔ السلسلۃ الضعیفۃ (۵۲۶) البتہ اس دن کیا جانے والا کوئی بھی عمل، خواہ قربانی ہو یا کوئی دوسرا عمل، دیگر ایام کی بنسبت اللہ کو زیادہ محبوب ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۹۶۹) میں ہے: ”ما العمل فی ایام العشر أفضل من العمل فی ہذہ.“ (ح، ح، ن)

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّطَ﴾ (الحج: ۳۶)  
”قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ اور محتاج اور سوائی کو بھی  
کھلاؤ۔“

”عن سلمة بن الأكوع، قال: قال النبي ﷺ:  
”من ضحى منكم فلا يصبحن بعد ثلاثة وفي  
بيتہ منه شي“. فلما كان العام المقبل قالوا: يا  
رسول الله! نفعل كما فعلنا عام الماضي؟ قال:  
”كلوا وأطعموا وادخروا، فإن ذلك العام كان  
بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها.“

(صحيح بخاري: ۵۵۶۹)

”حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سال  
آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص تین دن سے زیادہ قربانی کا  
گوشت اپنے گھر میں ذخیرہ نہ کرے۔ جب اگلا سال آیا تو  
ہم نے عرض کی کہ سابقہ حکم اب بھی باقی ہے؟ آپ ﷺ  
نے فرمایا: ”خود کھاؤ، دوسروں کو کھلاؤ اور ذخیرہ کرلو۔ گزشتہ  
سال لوگوں میں تنگ دستی زیادہ تھی۔ میں نے ان کے ساتھ  
تعاون کے لیے گزشتہ برس یہ حکم دیا تھا۔“

قربانی کا گوشت خود کتنا کھائے اور کتنا تقسیم کرے، اس کی کوئی  
تعیین کسی نص صریح سے ثابت نہیں۔ تاہم بعض اہل علم نے قرآن  
مجید کی مذکورہ بالا آیت کے تحت فرمایا ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین  
حصے کر لیے جائیں: ایک حصہ اپنے لیے، دوسرا حصہ دوستوں اور  
پڑوسیوں کے لیے اور تیسرا حصہ فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے:

”وقد احتج بهذه الآية الكريمة من ذهب من  
العلماء إلى أن الأضحية تجزأ ثلاثة أجزاء:  
ثلث لصاحبها يأكله منها، وثلث يهديه  
لأصحابه، وثلث يتصدق به على الفقراء.“

(تفسير ابن كثير: ۳۲۳/۲)

ایام تشریق میں قربانی کرنا:

دسویں ذوالحجہ کے بعد ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ تک قربانی ذبح کی جاسکتی  
ہے جو ایام تشریق ہیں، لقولہ تعالیٰ:

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ  
مَّعْلُومَاتٍ﴾ (الحج: ۲۸)

حضرت ابن عباس کی تفسیر کے مطابق ایام معلومات سے ۱۰، ۱۱، ۱۲  
اور ۱۳ ذوالحجہ کے دن ہی مراد ہیں، یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عمر اور  
ابراہیم نخعی سے منقول ہے۔ (وإليه ذهب أحمد بن حنبل في  
رواية، تفسير ابن كثير: ۲۱۷/۲)

حضرت جبیر بن معتمؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
نے ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کو قربانی کے دن قرار دیے ہیں،  
الفاظ یہ ہیں:

”عن جبیر بن مطعم عن النبي ﷺ قال: ”كل

أيام التشریق ذبح.“ (رواه أحمد والدارقطني

نحوه وأخرجه أيضا ابن حبان في صحيحه والبيهقي-

تفسير ابن كثير: ۲۲۳/۳- نصب الراية: ۶۱/۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید کے دن اور اس کے بعد تین دن  
تک قربانی ذبح کی جاسکتی ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

**مسئلہ:** عورت بھی اپنی قربانی خود ذبح کر سکتی ہے جیسا کہ حضرت  
ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو اپنی قربانیاں خود ذبح کرنے کا  
حکم دیا تھا۔ (صحيح بخاري: ۸۳۴/۲) لہذا لوگوں میں یہ جو مشہور  
ہے کہ عورت قربانی ذبح نہیں کر سکتی سرتاپا غلط ہے۔

یہ حدیث پہلے لکھی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی ذبح  
کرتے وقت قربانی کے مینڈھے کی گردن پر اپنا پاؤں شریف رکھا تھا،  
نیز اس حدیث سے قربانی کو قبلہ رخ کر کے ذبح کرنے کا استحباب بھی  
ثابت ہوتا ہے۔

گوشت کو تقسیم کرنا اور ذخیرہ کرنا:

قرآن مجید میں ہے:



اور غریبوں کے حوالے کردی جائے، تاہم نیک مصلحت کے تحت فروخت کر کے حاصل شدہ رقم تقسیم کرنا بھی جائز ہے، ایک حدیث یہ بھی ہے:

”عن قتادة بن النعمان، عن النبي ﷺ قال: ”..... واستمتعوا بجلودها ولا تبيعوها.“ (رواه أحمد، قال الشوكاني: ”قال (الهيثمي) في مجمع الزوائد: أنه مرسل، صحيح الإسناد.“ فتاویٰ نذیریہ: ۲/۲۴۳)

یعنی قربانی کی کھالوں کو خود استعمال کرو اور انہیں فروخت مت کرو۔ کھال کو اپنے استعمال میں لانا:

اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کی کھال کا بستر، مصلیٰ، ڈول، چھلنی وغیرہ بنا کر خود استعمال کرنا بھی جائز ہے، تاہم فروخت کر کے قیمت ہضم کر لینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ بجائے قربانی کے نقدی صدقہ کرنا:

قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا، نہ صرف یہ کہ احادیث صحیحہ اور تعامل امت کے خلاف ہے بلکہ نص قرآنی کے بھی خلاف ہے:

﴿وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَلَا ذُكُورَ فِيهَا وَلَيْسَ عَلَيْهَا جُنُوبٌ ۖ فَاذًا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۖ﴾ (الحج: ۳۶)

”اور جو شخص ادب کی چیزوں کی، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں، عظمت رکھے تو یہ عظمت اور بڑائی کرنا دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔“

یعنی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تبھی تو وہ شعائر کی تعظیم کرتا ہے۔

سورہ مائدہ کے شروع میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهَرِ

غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے:

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے۔ قرآن میں ﴿وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ (نہ مانگنے والوں اور مانگنے والوں کو کھلاؤ) حکم عام ہے جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔

**مسئلہ:** قربانی کا جانور چوں کہ تقرب الہی حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جاتا ہے، لہذا اس کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں۔ قربانی کی کھال کا حکم:

قربانی کی کھال، رسی، جل، گانی، ہار وغیرہ کو صدقہ کر دینا چاہیے، حدیث میں ہے:

”عن علي بن أبي طالب أن رسول الله ﷺ أمره أن يقسم بدنه كلها، لحومها وجلودها وجلالها للمساكين.“ (سنن ابن ماجہ: ۲/۲۳۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت، کھال اور جل وغیرہ کو فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری: ۲/۲۳۲)

”عن علي قال: أمرني النبي ﷺ أن أقوم على البدن، ولا أعطي عليها شيئاً في جزارتها.“

”رسول اللہ ﷺ نے قربانیوں کی نگرانی کا حکم دیتے ہوئے مجھے فرمایا کہ قربانی کے گوشت اور کھال کو بطور جزارت (قصاب کی اجرت) کے نہ دوں۔“

**کھال کا مصرف:**

مذکور الصدر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ قربانی کی کھال فقراء اور مساکین اور بیوگان اور یتیم بچوں کا حق ہے۔ بعض لوگ قربانی کی کھال اپنی مالدار بیٹیوں کو دے دیتے ہیں جو ان احادیث کی رو سے ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح امام مسجد کو امامت کے عوض کھالیں دینا بھی ناجائز ہے۔

**کھال فروخت کرنا:**

بہتر یہی ہے کہ قربانی کی کھال فروخت نہ کی جائے بلکہ مسکینوں



واویلا کرتے نہیں تھکتے، یہ غربت اور افلاس دور نبوت میں آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی لیکن اس کے باوصف رسول اللہ ﷺ، تابعین عظام اور ائمہ سلف صالحین قربانی کا تعامل قربانی ذبح کرنے پر متواتر چلا آ رہا ہے، لہذا دلائل اور حقائق کے ہوتے ہوئے قربانی کی مشروعیت کے خلاف پراپیگنڈہ سرتاپا شرمناک حرکت ہے۔ اُعاذنا اللہ منہ، آمین

### میت کی طرف سے قربانی ذبح کرنا:

میت کی طرف سے قربانی ذبح کرنا جائز اور درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر دوبارہ حوالہ قرطاس ہے:

”عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ أمر بكبش أقرن، يطاء في سواد ويبرك في سواد وينظر في سواد، فأتي به ليضحى به فقال لها: ”يا عائشة! هلمي المديّة“، ثم قال: ”اشحذيهما بحجر“. ففعلت، ثم أخذها وأخذ الكبش فأضجعه، ثم ذبحه، ثم قال: ”باسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد“. ثم ضحى به. (صحيح مسلم: ۱۵۶/۲) وفي رواية لأحمد وأبي داود والترمذي: ذبح بيده وقال: ”بسم الله والله أكبر، اللهم هذا عني وعن من أمتي“. (مشكوة)

”رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مینڈھا لایا جائے جس کے پاؤں، سینہ اور منہ سیاہ ہوں۔ وہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! چھری لاؤ“، پھر فرمایا: ”اسے کسی پتھر پر تیز کرلو“۔ جب وہ تیز کر کے لائیں تو آپ ﷺ نے چھری پکڑی اور مینڈھے کو لٹایا اور ذبح کر ڈالا۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہا اور فرمایا: ”اے اللہ! اسے محمد، آل محمد اور امت محمد

الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ ﴿۲﴾ (المائدة: ۲)

”اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں اور اس کے حکموں کی بے عزتی نہ کرو۔ نہ حرمت والے مہینے کی، نہ نیاز کے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں (مخصوص) پئے ہوں۔“

راغب اصفہانی ان آیات کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”شعار اللہ سے مراد قربانی کے وہ جانور ہیں جو بیت اللہ کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور قربانی کو شعیرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ شعیرہ (یعنی تیز) لوہے سے اس کا خون بہا کر اس پر نشان لگا دیا جاتا تھا۔“ (مفردات القرآن: ۵۴۱)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کا خون بہانا مطلوب ہے۔ ان کی جگہ پر ان کی قیمت کو صدقہ کر دینا ہرگز مطلوب نہیں۔ اور دوسری یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ قربانی شعار اللہ میں سے ایک اسلامی شعار ہے، اور شعار اسلام میں تبدیلی تقویٰ کے سرتاپا خلاف ہے بلکہ اس کی تعظیم اور حرمت فرض اور ضروری ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نقدی تقسیم کرنے سے وہ اجر و ثواب حاصل نہیں ہوتا جو ثواب قربانی کے جانور کی قیمت پر نقدی خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

”عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ: ما أنفقت الورق في شيء أفضل من نحيرة في يوم عيد.“ (رواه الدارقطني بحواله نيل الأوطار: ۱۳۳/۵-۱۳۴)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی (یعنی عید) کے دن قربانی پر خرچ شدہ درہم قربانی کے علاوہ دوسرے تمام قسم کے کار خیر پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔“

اور یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ آج کے مفکرین جس غربت اور افلاس کو بنیاد بنا کر قربانی کی مشروعیت کے خلاف آسمان سر پر اٹھائے

من منعها ليس فيه حجة ، فلا يقبل كلامه إلا بدليل أقوى منه ، ولا دليل عليه . والثابت عن النبي ﷺ أنه كان يضحى عن أمته ممن شهد له بالتوحيد وشهد له بالبلاغ وعن نفسه وأهل بيته . “ (عون المعبود: ۵۰/۲)

جن اہل علم نے فوت شدہ کی طرف سے قربانی کو جائز کہا ہے ان کا قول دلائل ثابتہ صحیحہ کے مطابق ہے۔ اور جنہوں نے منع کا قول کہا ہے ان کے پاس منع کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے رہے۔

مزید لکھتے ہیں:

”لا يخفى أن أمته ﷺ ممن شهد له بالتوحيد وشهد له بالبلاغ كان كثير منهم موجوداً زمن النبي ﷺ وكثير منهم توفوا في عهده ﷺ فالأموات والأحياء كلهم من أمته ﷺ دخلوا في أضحية النبي ﷺ . والكبش الواحد كما كان للأحياء من أمته كذلك للأموات من أمته . “ (عون المعبود: ۵۰/۳)

”اور یہ حقیقت بھی مخفی نہیں کہ آپ ﷺ کی امت کے وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کے حق میں توحید اور تبلیغ کی گواہی دی تھی، ان میں بہت سے لوگ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں بقید حیات تھے اور بہت سے آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہو چکے تھے۔ پس فوت شدگان اور زندہ دونوں گروہ آپ ﷺ کی امت میں شامل ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کی قربانی میں شریک ہیں۔ اور جس طرح ایک مینڈھا زندہ افراد امت کی طرف سے قربانی ہوتا تھا بعینہ وہ فوت شدگان کی طرف سے بھی تھا۔“

اور یہ حدیث امام مسلم، امام دارمی، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد اور

کی طرف سے قبول فرما۔“ اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے: پھر فرمایا: ”باسم الله والله أكبر ، اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور ان لوگوں کی طرف سے جو میری امت میں سے قربانی نہ کر سکیں۔“

اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کے بعض صحابہ اور امت کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں وفات پا چکے تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ امت کا لفظ ان کو بھی شامل ہے، لہذا اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے قربانی ذبح کرنے کا ثبوت خود آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے:

”عن حنشل قال: رأيت علياً رضي الله عنه يضحى بكبشين ، فقلت له: ما هذا؟ فقال: إن رسول الله ﷺ أوصاني أن أضحي عنه فأنا أضحي عنه . “ (أبوداؤد مع عون المعبود، باب ما جاء في إيجاب الأضاحي: ۵۰/۲)

”حنشل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو مینڈھے ذبح کیے۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا رہوں۔“

وفي رواية صحيحها الحاكم ، أنه كان يضحى بكبشين عن النبي ﷺ وبكبشين عن نفسه . “

(عون المعبود: ۵۰/۲)

”امام حاکم کے مطابق ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چار مینڈھے قربانی کرتے تھے: دو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور دو اپنی طرف سے۔“

امام شمس الحق ڈیوانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں کتاب ”غنیۃ الألمعی“ کے حوالے سے ارقام فرماتے ہیں:

”قول بعض أهل العلم الذي رخص في الأضحية عن الأموات مطابق للأدلة ، وقول

حاکم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت عائشہ، جابر، ابو طلحہ، انس، ابو ہریرہ، ابو رافع اور حذیفہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے روایت فرمائی ہے۔

(عون المعبود: ۵۰/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

”وتجوز تضحية عن الميت كما يجوز الحج عنه والصدقة عنه.“ (فتاویٰ کبریٰ)

”جس طرح میت کی طرف سے حج اور صدقہ کرنا جائز ہے بالکل اسی طرح اس کی طرف سے قربانی کرنا بھی جائز ہے۔“

شیخ اکل فی اکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز اور درست ہے:

”يدل عليه ما روي عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ أمر بكبشين . . . الخ“

یعنی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی مذکور الصدر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔“ (فتاویٰ نذیریہ: ۳/۲۵۱، ۲۵۲)

احناف کی مشہور کتاب ”ہدایہ“ میں ہے کہ سات آدمیوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی۔ ایک حصہ دار ذبح سے پہلے فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں نے دوسرے حصہ داروں سے کہا کہ تم یہ گائے اس فوت شدہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے ذبح کرلو۔ تو اس صورت میں سب کی قربانی ہو جائے گی۔ اسی طرح علامہ کاسانی اور علامہ شامی بھی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کے جواز کے قائل ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرنا بلاشبہ جائز ہے اور مانعین کے پاس منع کی کوئی دلیل نہیں، لہذا مانعین کا موقف چنداں مضبوط نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فوت شدہ کی قربانی کے گوشت کا حکم:

فوت شدہ کی طرف سے دی جانے والی قربانی کے گوشت کے بارے میں جناب عبداللہ بن مبارک کا فتویٰ یہ ہے کہ قربانی کرنے

والا اس کے گوشت کو خود نہ کھائے بلکہ سارا تقسیم کر دیا جائے۔ مگر یہ ان کی رائے ہے جس کی بنیاد میں کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کے لیے متوفی (فوت شدہ) کی طرف سے کی جانے والی قربانی کا گوشت کھانا درست ہے۔ نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں، چنانچہ علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی طرف سے اور اپنی آل کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور آپ ﷺ کی امت میں بعض لوگ وفات بھی پا گئے تھے۔ لیکن ہرگز یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قربانی کا گوشت خود نہیں کھایا اور کل گوشت یا بقدر حصہ متوفی صدقہ کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قربانی کا گوشت خود نہ کھانے اور سارا گوشت صدقہ کر دینا ہرگز ثابت نہیں۔ رہا فتویٰ عبداللہ بن مبارک کا، سو یہ ان کی اپنی رائے ہے اور ان کی اس رائے پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۳/۲۴۳-۲۴۴)

راقم الحروف کے والد گرامی حضرت مولانا محمد حسین بلوچ رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کرنے والا خود بھی کھا سکتا ہے۔ سارا گوشت صدقہ کرنا ثابت نہیں۔

ہرن اور بکری سے پیدا شدہ بچے کی قربانی:

اگر یہ بچہ بکری کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ اگر ہرن کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ قربانی کی صورت میں اس بچے کو دو برس کا ہونا ضروری ہے، ورنہ قربانی جائز نہ ہوگی۔

گھوڑے کی قربانی:

گھوڑا اگرچہ حلال جانور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں مگر چونکہ ”بھیمة الأنعام“ میں شامل نہیں، لہذا اس کی قربانی جائز نہیں۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب .



## اعمال حج اور ان کے احکام

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق حسینی رحمہ اللہ

ہے، کیا کہنا ہے اور کہاں جانا ہے۔ ایسے حضرات کی سہولت کے لیے چند گزارشات پیش کی جا رہی ہیں، تاکہ سنت کے مطابق حج کر کے زیادہ سے زیادہ ثواب کے مستحق ہوں۔

وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب .

اخلاص نیت:

سب سے پہلے ضروری ہے کہ حج کے لیے جانے والے حضرات اپنی نیت درست کریں۔ ان کے دل میں اس فریضے کو ادا کرنے کے لیے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رضا اور اسی کے حکم کی تعمیل کا جذبہ، اور اسی سے اجر و ثواب کی امید پیدا ہو۔ اگر قلب و دماغ کے کسی گوشہ میں واہ واہ اور مخلوق خدا سے تحسین حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو گیا تو سمجھ لیجیے کہ تمام محنت ضائع گئی۔ اور ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ﴾ (یعنی دنیا و آخرت میں خسارہ پانے والے) کا مصداق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد رکھیے:

﴿كَأَلِدَىٰ يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانَ عَلَيْهِ تَرَابٌ فَاصَابَهُ وَابِلٌ  
فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ﴾

(البقرة: ۲۶۴)

یعنی جو شخص مال خرچ کر کے لوگوں سے داد و تحسین حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اور آخرت کا اسے کوئی خیال نہیں، تو نامہ اعمال سے اس کی نیکی اس طرح مٹ جاتی ہے جیسے پتھر کی سل پر پڑی ہوئی گرد و غبار موسلا دھار بارش سے صاف ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ کسی طرح اپنی نیکی کا ثمرہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

حج اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ جس کی پابندی مسلمان کا مقصدِ حیات ہے اور جس کے ادا کیے بغیر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا، حدیث پاک میں ہے:

”جس شخص کے لیے محتاجی، یا کسی بادشاہ کا ظلم یا ناقابل

برداشت بیماری حج کرنے سے مانع نہیں ہوئی، پھر وہ حج ادا

کیے بغیر مر گیا ہے تو اس کی موت ایک یہودی اور عیسائی کی

موت ہے۔ مسلمان کی موت نہیں۔“ (دارمی بحوالہ مشکوٰۃ)

نبی وجہ ہے کہ ہر سچا اور ذی استطاعت مسلمان حج کے بغیر اپنے اسلام کو ادھورا اور ناقص سمجھتا ہے، اور ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح جلد از جلد اس فریضے سے سبکدوش ہو کر اپنے اسلام کی تکمیل کرے۔ اور فرمانِ خداوندی:

﴿وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

کے مطابق اس کو موت آئے تو اس کی موت ایک مسلمان کی موت ہو، یہودی اور عیسائی کی موت نہ ہو۔

ثبوت مطلوب ہو تو حکومت کے دفاتروں کو ملاحظہ فرمائیے جہاں مشتاقانِ حج کی درخواستوں سے الماریوں کی الماریاں بھری پڑی ہیں۔ پھر ہر سال ان میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ حکومت ان پروانہائے دیار حبیب کا شوق پورا کرنے سے قطعاً عاجز رہ جاتی ہے۔

تاہم جہاں یہ حقیقت ہے کہ ہر سال برصغیر پاک و ہند سے ہزاروں حجاج کرام فریضہ حج ادا کرنے کے لیے حجاز جاتے ہیں، وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں بھاری تعداد ناخواندہ اور ایسے حاجیوں کی ہوتی ہے جو اعمالِ حج سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ارکانِ حج کیا ہیں، احرام کیسے باندھنا ہے، کہاں باندھنا

گھر سے روانگی:

بہتر یہ ہے کہ نیت میں اخلاص پیدا کر کے کسی فرض نماز پڑھنے کے بعد حج کے سفر پر روانہ ہوں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز پڑھ کر مدینہ منورہ سے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے نکلے تھے، ورنہ دو رکعت نفل ہی پڑھ لیں۔  
گھر سے نکلنے کی دعا:

گھر سے نکلنے وقت یہ دعا پڑھے:

”بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

”میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سفر شروع کرتا ہوں، میرا اُس پر اعتماد ہے۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی بھی وہی توفیق دیتا ہے۔“

رخصت کرنے کی دعا:

حاجی اور ان کے دوست و احباب الوداع کہتے وقت ایک دوسرے کے حق میں یہ دعا کریں:

”أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِمَ أَعْمَالِكُمْ“ (أبو داود)

”تمہارا دین، امانت اور آخری عمل کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔“

سوار ہونے کی دعا:

گھوڑے، اونٹ، ریل یا موٹر پر سوار ہو کر یہ دعا پڑھیں:

”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین، وإنا إلی ربنا لمنقلبون۔ اللهم إنا نستلک فی سفرنا هذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی۔ اللهم هون علينا سفرنا هذا واطوّلنا بعده۔ اللهم أنت الصاحب فی السفر والخليفة فی الأهل۔ اللهم إنی أعوذ بک من وعاء السفر وکابة

المنظر وسوء المنقلب فی المال والأهل“

(صحیح مسلم)

”اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں نہیں کر سکتے تھے، اور ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی، پرہیزگاری اور تیری رضا مندی کے کام کرنے کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! یہ سفر ہمارے لیے آسان کر اور اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ اے اللہ! سفر میں تُو ہی ہمارا ساتھی ہے، اور گھر والوں میں تُو ہی خلیفہ ہے۔ اے اللہ! سفر کی تکلیف اور دیکھنے کے غم سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں، نیز مال اور اہل میں برے رجوع سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔“

رخصت ہو جانے بعد:

حاجی کے دوست احباب اس کے لیے یوں دعا کریں:

”اللهم اطوله البعد وهون عليه السفر“

(ترمذی)

”یا اللہ! اس کے لیے دوری لپیٹ دے اور سفر آسان کر۔“

دریا اور سمندر میں سوار ہونے کی دعا:

دریا میں کشتی پر اور سمندر میں جہاز پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

”بسم اللہ مجریہا ومرسہا إن ربی لغفور

رحیم۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔“ (ابن سنی)

کسی جگہ اترنے کی دعا:

اگر رات گزارنے یا چند دن ٹھہرنے کے لیے کسی جگہ پڑاؤ کریں

تو یہ دعا پڑھیں:

”أعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما

خلق“ (مسلم)

”میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ اس کی مخلوق کے

شر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

**میقات:**

جب گھر سے روانہ ہو کر ”میقات“ پر پہنچتے ہیں تو احرام باندھتے ہیں۔ میقات ہی پہلی جگہ ہے جہاں سے اعمال حج کا آغاز ہوتا ہے اور یہ وہ جگہ ہے جو مکہ معظمہ آنے والے ہر راستے پر رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کے لیے مقرر فرمائی ہے۔ کوئی حاجی یا معتمر بغیر احرام باندھے اس سے گزرنے کا مجاز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور یمن والوں کے لیے یلملم کو احرام باندھنے کے لیے میقات مقرر کیا، اور فرمایا:

”جو لوگ ان مقامات پر رہتے ہیں یا باہر سے آتے ہیں اور حج یا عمرہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ انہی مقامات سے احرام باندھیں۔ اور جو لوگ ان مقامات کے اندر مکہ کی طرف آباد ہیں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ لیں۔ (انہیں میقات پر جانے کی ضرورت نہیں) حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔“ (بخاری، مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل عراق کے لیے ”ذات عرق“ کو میقات مقرر فرمایا۔ (مسلم)

**پاک و ہند سے آنے والے حجاج:**

برصغیر پاک و ہند اور جارہ سائرہ وغیرہ بحری راستوں سے آنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے، جو اہل یمن کی میقات ہے۔ یہ ساحل سمندر پر مکہ سے تقریباً ۶۰ میل دور جنوب کی طرف ایک پہاڑ ہے۔ یمن سے آنے والے حاجی یہیں پہنچ کر احرام باندھتے ہیں۔ مگر پاک و ہند وغیرہ کے حاجیوں کو یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب جہاز اس کے برابر پہنچتا ہے تو کپتان اعلان کر دیتا ہے، اور سب حاجی وہاں سمندر میں ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ یہاں سے جدہ ۵۷ میل باقی رہ جاتا ہے۔

**حج کی اقسام:**

پہلے حج کی قسمیں معلوم کر لینا چاہئیں تاکہ میقات پر پہنچ کر جس حج کا چاہیں احرام باندھ لیں۔

حج تین قسم پر ہے:

(۱) حج افراد، (۲) حج قرآن، (۳) حج تمتع۔

۱۔ حج افراد یہ ہے کہ میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھتے ہیں۔ مکہ معظمہ جا کر پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ یہ طواف قدم کہلاتا ہے۔ اس کے بعد بدستور احرام کی حالت میں رہتے ہیں۔ ۱۰ ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

۲۔ حج قرآن یہ ہے کہ اس میں احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر لیتے ہیں۔ طوافِ قدم کرنے کے بعد یہ بھی حالت احرام میں رہتے ہیں، اور ۱۰ ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

حج افراد اور حج قرآن دونوں کے افعال یکساں ہیں، صرف نیت میں فرق ہے۔ حج افراد میں اکیلے حج کی نیت ہوتی ہے، اور قرآن میں حج اور عمرہ دونوں کی۔ ہاں، حج قرآن میں قربانی دینا واجب ہے، اور حج افراد میں سنت ہے۔

۳۔ حج تمتع یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت حج کی بجائے عمرے کی نیت کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا، مروہ کے درمیان دوڑ کر احرام کھول دیتے ہیں۔ عمرہ پورا ہو گیا۔ الگ طوافِ قدم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عمرے کا طواف ہی طوافِ قدم کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ) میں منیٰ کو جاتے ہوئے حج کا احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور مفرد اور قارن (یعنی حج افراد اور قرآن کرنے والے) کی طرح مناسک حج ادا کرنے کے بعد قربانی کے دن ۱۰ ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جاتے ہیں۔

حج تمتع کرنے والوں کو بھی قرآن والوں کی طرح قربانی دینا



واجب ہے۔ اس کو تمتع اس لیے کہتے ہیں کیونکہ عمرہ اور حج کے درمیان حلال ہو کر فائدہ اٹھایا ہے۔

حج اور عمرے میں فرق:

عمرے اور حج میں فرق یہ ہے کہ عمرے میں افعال کم ہوتے ہیں اور حج میں زیادہ۔ عمرے میں میقات یا مکہ سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دیتے ہیں اور حلال ہو جاتے ہیں۔ حج کے لیے عرفات اور کئی دوسرے مقامات پر جانا پڑتا ہے، نیز عمرہ سال میں جب چاہیں کر لیں، اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، لہذا اُس کے فوت ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حج کے لیے وقت مقرر ہے جو سال میں صرف ایک ہی دفعہ (۹ ذوالحجہ کو) ہو سکتا ہے۔ اگر کسی طرح یہ تاریخ نکل جائے تو حج فوت ہو جاتا ہے، اور اگلے سال کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

کون سا حج افضل ہے؟

حج کے ان تینوں اقسام سے حج تمتع افضل ہے۔

اولاً: اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خواہش فرمائی ہے، حالانکہ آپ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنے کی وجہ سے قارن تھے، چنانچہ فرمایا:

((لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت

الہدی)) (بخاری، مسلم)

یعنی جو حکم مجھے بعد میں معلوم ہوا ہے، اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں اپنے ہمراہ قربانی نہ لاتا (اور حج تمتع کرتا۔)

ثانیاً: جن صحابہ کے پاس قربانی نہیں تھی آپ ﷺ نے انھیں حج کا احرام کھول کر عمرے کا احرام باندھنے کی تاکید فرمائی اور حج تمتع کرنے کا حکم دیا۔ اس سے تمتع کی فضیلت صاف ظاہر ہے۔

ثالثاً: تمتع کرنے والے افعال عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کی تمام پابندیوں (ان کا ذکر آگے آتا ہے) سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ انھیں ممنوعات احرام کے ارتکاب اور اس کی پاداش میں فساد حج یا کم از کم کفارہ ادا کرنے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہتا۔

رابعاً: حج تمتع کرنے سے مدینہ منورہ کی مخالفت سمت سے آنے والے حاجیوں کو بڑی سہولت ہوتی ہے۔ اگر انھیں وقت مل جائے اور چاہیں کہ حج سے پہلے مدینہ طیبہ، مسجد نبوی اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے فارغ ہو جائیں تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس مفرد اور قارن کو یا تو حج سے فارغ ہونے تک مکہ معظمہ میں انتظار کرنا پڑے گا یا پھر مدینہ طیبہ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کے دوران اس پر احرام کی تمام پابندیاں لازم ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز اس کے لیے بڑی مشقت اور اذیت کا باعث ہے۔ اتنا لمبا سفر اور ہر وقت ممنوعات احرام کا لحاظ، واقعی مشکل امر ہے!

احرام باندھنے کا طریقہ:

حج یا عمرے کی نیت کر کے لبیک پکارنے کو احرام کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ میقات پر پہنچ کر اپنا پہلا لباس اتار دیں، اور غسل کریں۔ یہ غسل سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ احرام باندھنے سے پہلے غسل فرمایا کرتے تھے۔ پھر دو چادریں (جوسلی ہوئی نہ ہوں تو بہتر ہے) پہن لیں۔ ایک کا تہبند بنالیں اور دوسری کندھوں پر ڈال کر اپنا بدن چھپا لیں مگر سر ضرور نکلا رکھیں۔ مرد کے لیے سر نکلا رکھنا ضروری ہے۔

عورت کے لیے احرام باندھنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ عورت اپنے کپڑوں میں ہی احرام باندھے، یعنی قمیص، شلوار، بنیان وغیرہ پہن سکتی ہے، سر پر دوپٹہ اوڑھ سکتی ہے لیکن منہ کھلا رکھے۔ ہاں، بیگانے مرد کے سامنے گھونگھٹ وغیرہ سے منہ چھپالے۔

پھر اگر کسی فرض نماز کا وقت ہے تو ازیں چہ بہتر، ورنہ دو رکعت نفل پڑھ لیں۔ اس کے بعد حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے لبیک پکاریں۔ اگر عمرہ اور حج دونوں کی نیت کر کے حج قرآن کرنا چاہتے ہیں تو کہیں:

”لبیک عمرۃً وحجاً۔“

”یا اللہ! میں حج اور عمرہ دونوں بیک وقت کرنے کے لیے



میں چلی جائے اور حج کے احکام بجالائے، پھر طہارت کے بعد بیت اللہ کے گرد اور صفا مروہ کے درمیان طواف اور سعی کر لے۔ اس کا حج بھی پورا ہو گیا اور عذر کی بنا پر تاخیر سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی۔

استحاضہ جو بعض عورتوں کی ایک ہمہ وقتی بیماری ہے، اس سے صوم و صلوٰۃ اور حج کے احکام بجالانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی موجودگی میں سارے کام ہو سکتے ہیں۔

#### تلبیہ اور اس کے احکام:

تلبیہ لبیک پکارنے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تلبیے کے الفاظ یہ ہیں:

”لبیک اللہم لبیک، لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمۃ لک والملك، لا شریک لک.“

”حاضر ہوں یا اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اور ہر قسم کی نعمت بھی تیری عطا کردہ ہے۔ بادشاہی بھی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

تلبیے کے پورے اور مسنون الفاظ یہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ بعض صحابہ اپنی طرف سے کچھ الفاظ بڑھا دیتے تھے، مثلاً: ”لبیک یا ذالمعارج!“ (اے بلند آسمانوں والے خدا! میں حاضر ہوں۔) رسول اللہ ﷺ یہ کلمات سن کر خاموش ہو رہے، منع نہیں فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ الفاظ بڑھا دیتے تھے:

”لبیک لبیک لبیک وسعدیک، والرغباء إلیک والعمل.“

”میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ اور تیرا مطیع ہوں، تیری طرف رغبت کر کے آیا ہوں، اور تیری ہی رضا کے لیے عمل کر رہا ہوں۔“

اب بھی اگر کوئی شخص ایسے الفاظ بڑھا لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ”لبیک“ جتنی بلند آواز سے پکارا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ کسی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: افضل حج کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”الحج والشج.“ (یعنی جس میں

حاضر ہوا ہوں۔)

رسول اللہ ﷺ قارن تھے اور یہی الفاظ کہہ کر آپ ﷺ نے احرام کا اعلان فرمایا تھا۔ (ابوداؤد)

علیٰ ہذا القیاس اگر افراد کا ارادہ ہے تو کہے:

”لبیک حجاً.“ (یا اللہ! میں صرف حج کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔)

اور اگر تمتع کرنا چاہتے ہیں تو چونکہ تمتع میں پہلے صرف عمرہ کیا جاتا ہے اس لیے کہیں:

”لبیک عمرۃ.“ (یا اللہ! میں عمرہ کرنے کے لیے حاضر ہوں۔) یاد رہے نیت کے ان الفاظ کا زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں ارادہ کر لیا جائے تو بھی کافی ہے۔

#### احرام اور حیض:

اگر کسی عورت کو احرام باندھنے کے وقت ایام ماہواری شروع ہو جائیں یا بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بھی غسل کر کے احرام باندھ لے اور حج کے جو فعل مرد کرتا ہے وہ بھی کرے۔ لیکن جب تک حیض یا نفاس سے پاک نہ ہو بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی چونکہ طواف بیت اللہ کے بعد ہوتی ہے، اس لیے سعی بھی نہ کرے۔ لبیک پکار سکتی ہے، تسبیح و تحمید اور دوسری دعائیں مانگ سکتی ہے۔ اگر عورت معتمرہ ہے اور حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف بیت اللہ نہیں کر سکی، ادھر منیٰ اور عرفات وغیرہ جانے کا وقت آ گیا ہے تو وہ وہی عمل کرے جو ایسی حالت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق کیا تھا۔

یعنی غسل کر کے عمرے کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ لے قارنہ ہو جائے۔ منیٰ اور عرفات میں چلی جائے اور حج کے باقی تمام احکام پورے کرے۔ جب حیض و نفاس سے فارغ ہو جائے تو بیت اللہ اور صفا مروہ کے درمیان طواف کر کے احرام کھول دے۔ اس کا حج اور عمرہ دونوں ہو گئے۔ اس پر قربانی دینا واجب ہے۔ اگر قارنہ یا مفردہ ہے، اور حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف کا موقع نہیں مل سکا تو وہ بھی عرفات

## حج تربیتی کیمپ

ہر سال حج پر جانے والے خوش نصیب مرد و خواتین کو حج ادا یگی کی صحیح رہنمائی کے لیے دارالحدیث اوکاڑا میں حج تربیتی کیمپ ہوتا ہے۔ اس سال چوتھا حج تربیتی کیمپ ۲۵ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار ۱۰ بجے تا ۲ بجے دوپہر ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی نے شرکاء (۲۳ مرد اور نو خواتین) کو سنت کے مطابق حج ادا یگی کی مکمل رہنمائی فرمائی۔ نیز شرکاء کو حج سے متعلق کتب (مسنون حج مولانا صادق سیالکوٹی مرحوم۔ حج و عمرہ کتابچہ مرتبہ میاں محمد جمیل، حج عمرہ کی آسانیاں مرتبہ ڈاکٹر فضل الہی اور مختصر حج و عمرہ مرتبہ خلیل ملک) دی گئیں۔ آخر میں تمام شرکاء کو کھانا دیا گیا اور دعا کے ساتھ پروگرام ختم ہوا۔

عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث اوکاڑا

فون: 044-2521460 / 0312-4403173

”لبیک“ بلند آواز سے پکارا جائے اور آخر میں قربانی کی جائے۔) مگر اتنی بلند بھی نہ ہو کہ گلا بیٹھ جائے اور اس کے یا اس کے رفقاء کے لیے اذیت کا باعث بن جائے۔

احرام باندھنے کے بعد مختلف وقفوں کے ساتھ لبیک پکارتے رہنا چاہیے، خصوصاً فرض اور نفل نمازوں کے بعد اس کی پابندی ضروری ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ٹیلے پر چڑھتے، وادی میں اترتے یا کسی قافلے سے ملاقات کرتے وقت بھی بلند آواز سے لبیک پکارنا مستحب ہے۔ ٹیلے پر چڑھتے وقت اللہ اکبر اور وادی میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا بھی سنت ہے۔

معتمر جب طواف کرنے کے لیے پہلی دفعہ حجر اسود کے پاس آئے تو لبیک ترک کر دے۔ اور حاجی احرام کے بعد سے تلبیہ جاری رکھے اور ۱۰۰ اذواج کو قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکر پھینکتے وقت بند کرے، اس کے بعد کسی مقام پر لبیک نہ کہے۔

عورت بلند آواز کی بجائے پست آواز سے لبیک پکارے۔ اس کے لیے بلند آواز سے یکارنا منع ہے۔

## دارالحدیث اوکاڑہ میں داخلہ جاری ہے

دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق تعلیم کا نیا انداز

دینی و دنیوی تعلیم کا ایک ساتھ اجراء

- ①..... شعبہ کتب میں پرائمری پاس ناظرہ پڑھے طلباء کو بھی کلاس میں داخلہ
- ②..... ٹرل پاس طلباء کے لیے میٹرک، ایف۔ اے کی تعلیم کا معقول بندوبست
- ③..... شعبہ حفظ میں دوسرے قابل ممتحنی استاد قاری محمد نعیم صاحب کی تقرری والدین حفظ کے لیے کم از کم پرائمری پاس ناظرہ پڑھے بچوں کو جلد داخل کروائیں۔

تمام درجوں میں داخلہ ہو سکے گا۔

نوٹ: بناری شریف پڑھنے والے طلباء کو نقد و نفیض بھی دیا جاتا ہے، ان شاء اللہ۔

قابل ترین اساتذہ بہترین ماحول جلد داخلہ لیں

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ اوکاڑا

044-2521460 / 0312-4403173

## مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي

### ایک تجزیہ و تبصرہ

مولانا ارشاد الحق اثری (ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد)

المختصر“ ہے۔ اسی طرح امام قحی بن مخلد (المتوفی ۲۷۶ھ) کی  
”المسند“، امام محمد بن اسحاق السراج کی ”المسند“، امام ابو یوسف  
یعقوب بن اسحاق (المتوفی ۳۱۶ھ) کی ”المسند“۔

بعض حضرات نے بعض خاص صحابہ کرام کی مرویات کو مسند کی  
صورت میں جمع کیا ہے، جیسے امام ابوبکر احمد بن علی المروزی (المتوفی  
۲۹۲ھ) کی ”مسند ابی بکر الصدیق“ ہے۔ اسی طرح امام ابوبکر احمد بن  
سلمان النجار (المتوفی ۳۴۸ھ) کی ”مسند امیر المؤمنین عمر بن الخطاب“  
ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی ”مسند الفاروق“ مرتب کی تھی، جس میں  
امیر المؤمنین کے اقوال بھی شامل ہیں اور فقہی ترتیب پر مشتمل ہے۔  
اسی طرح امام ابن ابی داود عبد اللہ بن سلیمان (المتوفی ۳۱۶ھ) کی  
”مسند عائشہ ام المؤمنین“، امام ابو عبد اللہ احمد بن ابراہیم بن کثیر  
(المتوفی ۲۴۶ھ) کی ”مسند سعد بن ابی وقاص“، شیخ ابوامیہ محمد بن  
ابراہیم الطرسوسی (المتوفی ۲۷۳ھ) کی ”مسند عبد اللہ بن عمر“ ہے۔

بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جو مسانید کی ترتیب پر ہیں مگر ان کا نام  
مسند نہیں ہے، جیسے حافظ ضیاء المقدسی کی ”المختارۃ“ ہے۔ امام دارقطنی  
کی ”العلل“ بھی مسند کی ترتیب پر ہے۔ اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ  
کی ”جامع المسانید“ ہے اور حافظ سیوطیؒ کی ”الجامع الکبیر“ میں  
”قسم الافعال“ مسند کی ترتیب پر مرتب ہے۔ ائمہ و فقہائے اربعہ رحمہم اللہ  
میں سے امام احمد کی ”المسند“ بھی مشہور و معروف ہے۔ امام شافعی کی  
”مسند“ بھی مشہور ہے مگر اس کے مرتب ابو عمرو محمد بن جعفر (المتوفی  
۳۶۰ھ) ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ امام ابوالعباس محمد بن یعقوب  
الاصم (المتوفی ۳۴۶ھ) اس کے مرتب ہیں۔ مگر یہ مسند نہ ابواب پر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام  
على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله  
وصحبه ومن تبعهم يا حسان إلى يوم الدين ،  
أما بعد:

انواع واقسام کتب حدیث میں ایک نوع ”مسند“ ہے جس میں  
عموماً فقہی ترتیب کی بجائے صحابہ کرام سے مروی روایات کو جمع کیا  
جاتا ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ ہر صحابی کی مرویات کو ایک ہی جگہ ذکر کیا  
جاتا ہے۔ صحابہ کرام کی یہ مرویات کبھی کبھی صحابہ کی اولیت و سابقیت  
کی بنا پر اور کبھی حروف تہجی کے مطابق بالترتیب جمع کی جاتی ہیں۔ ایسی  
کتب مسانید میں اہم ترین کتب کے نام یہ ہیں: مسند الإمام  
أبي داود سليمان بن داود الطيالسي (المتوفى  
۲۰۴ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل (المتوفى  
۲۴۱ھ)، مسند الإمام إسحاق بن إبراهيم المعروف  
بابن راهويه (المتوفى ۲۳۸ھ)، مسند الإمام أبي  
يعلى أحمد بن علي الموصلي (المتوفى ۳۰۷ھ)،  
مسند الإمام أبي بكر أحمد بن عمر والبزار (المتوفى  
۲۵۲ھ)۔ علامہ محمد بن جعفر کتانی نے ایسی مسانید کا ذکر کیا ہے اور  
فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ بھی بہت سی مسانید ہیں۔

(الرسالة المستطرفة، ص: ۶۳)

”مسند“ کا اطلاق ایسی کتب پر بھی ہوتا ہے جن میں فقہی ترتیب  
سے مرفوع روایات کو جمع کیا گیا ہو، جیسے امام بخاری کی ”الجامع  
المسند الصحيح“ اور امام مسلم کی ”مسند الصحيح

اور نہ ہی مسانید کے اسلوب پر مرتب تھی۔ علامہ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی ابواب پر اسے مرتب کیا بلکہ ”مصعد الألمعی المہذب فی حل مسند الإمام الشافعی المرتب“ کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی جس کا آخری کچھ حصہ مکتبہ محمودیہ (مدینہ منورہ) میں بتلایا جاتا ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ کی ”مسانید“ ہیں ان میں سے مسند کے نام سے کوئی کتاب بھی امام صاحب کی نہیں، البتہ متاخرین نے ان کی مرویات کو مسند کے نام سے جمع کیا ہے۔ جن کی تعداد اٹھائیس تک ذکر کی جاتی ہے۔ انھی مسانید میں سے پندرہ مسانید کو علامہ ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی (المتوفی ۶۶۵ھ) نے ”جامع المسانید“ کے نام سے جمع کیا ہے۔ انھی مسانید میں سے ایک مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی البخاری (المتوفی ۳۴۰ھ) کی ہے۔

#### المسند بروایة أبي محمد الحارثی:

اس مسند کا اختصار قاضی صدر الدین موسیٰ بن زکریا الحصفی (المتوفی ۶۵۰ھ) نے کیا جو مسند ابی حنیفہ للحصفی کے نام سے معروف ہے۔ علامہ محمد عابد سندھی نے اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا اور ”المعاهب اللطیفہ فی الحرم المکی علی مسند أبی حنیفہ للحصفی“ کے نام سے ایک ضخیم شرح لکھی، جس کا خطی نسخہ المکتبۃ العالیۃ پیر جھنڈا میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس کی ایک شرح علامہ علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نے بھی لکھی جو ایک جلد میں مطبوع اور متداول ہے۔ اسی طرح مولانا محمد حسن سنہجلی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۵ھ) نے ”تنسیق النظام“ کے نام سے اس کی مفصل شرح لکھی۔

حافظ ابو محمد حارثی کی یہ مسند بالاسناد پہلی بار المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ سے دو جلدوں میں فضیلۃ العلامة الحدیث المحقق الشیخ لطیف الرحمن البہرائگی القاسمی کی تحقیق و تخریج سے آراستہ ہو کر شائع ہوئی ہے۔ ۲۰۱۰ھ میں جب بیچ مدائن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عمرے کی

سعادت عطا فرمائی تو فضیلۃ الشیخ الاخ العلامة عزیر شمس رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسند کا نسخہ عنایت فرمایا اور اشارہ کیا کہ اس پر تبصرہ آنا چاہیے۔ آج اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے ان کے اسی حکم کی تعمیل میں اپنی گزارشات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

#### حافظ ابو محمد الحارثی:

حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی السبعمونی الکلاباذی البخاری، جو عبد اللہ الاستاذ کے لقب سے مشہور ہیں۔

”الکلاباذی“ نسبت خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ذکر کی ہے۔ یہ ”کلاباذ“ بخاری کے ایک محلے کا نام ہے۔ (معجم البلدان: ۴/۴۷۲) ”السبعمونی“ بخاری کی ایک بستی کا نام ہے جو بخاری سے نصف فرسخ پر تھی۔ علامہ سمعانی نے اسی نسبت میں حافظ الحارثی کا ذکر کیا ہے۔ اور ”الاستاذ“ نسبت میں بھی ان کا تذکرہ لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ انھیں ”استاذ“ کے لقب سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ امیر بخاری اسماعیل بن احمد السامانی کے گھر میں رہتے تھے اور وہ ان سے مسائل پوچھتے اور یہ ان کا جواب دیتے تھے۔ گویا دربار شاہی میں رہنے کی وجہ سے وہ ”استاذ“ کے لقب سے ملقب تھے۔

استاذ حارثی ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ موسیٰ بن ہارون، ابوالموجد محمد بن الموجد المروزی، یحییٰ بن ساسویہ المروزی، محمد بن فضل بلخی، فضل بن محمد الشعرانی، احسین بن فضل البلیخی، محمد بن یزید الکلاباذی، عبد اللہ بن واصل، سہل بن التوکل، حمدویہ بن الخطاب، علی بن الحسن بن الحسینی بن الجندی الرازی اور محمد بن علی بن زید الصائغ وغیرہ سے استفادہ کیا۔

اور الحافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ الہمدانی، ابوبکر احمد بن محمد بن السری بن ابی حازم، ابوبکر محمد بن عمر الجعابی، امام علی بن موسیٰ القمی النیساپوری شیخ الحنفیہ، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہ الاصہبانی احمد بن محمد بن یعقوب اکاغذی بغدادی اور بہت

علامہ السمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
”وہ کثیر الحدیث ہے مگر روایت میں ضعیف ہے۔ جو وہ نقل کرتا ہے اس میں ثقہ نہیں ہے۔ حفاظ نے کہا ہے کہ وہ مناکیر اور باطلیل روایت کرتا ہے۔“ (تاریخ بغداد: ۱۰/۱۲۶۔ الأنساب: ۱/۱۲۹، ۳/۲۱۳۔ میزان الاعتدال: ۲/۴۹۶۔ لسان المیزان: ۳/۳۴۸، ۳/۳۴۹۔ العبر: ۷/۲۵۳۔ الإرشاد للخلیلی: ۳/۹۷۲۔ سیر أعلام النبلاء: ۱۵/۴۲۴، ۲۵/۴۲۵۔ تاریخ الإسلام: ۲۳/۱۹۰۔ المغنی: ۱/۳۵۵۔ الضعفاء لابن الجوزی: ۲/۱۴۱۔ الجواهر المضیة: ۱/۲۸۹، ۲۹۰۔ شذرات: ۲/۳۵۷۔ الفوائد البہیة: ۱۰۶، ۱۰۵۔ الكشف الحثیث عن رمی بوضع الحدیث للخلیلی، ص: ۲۴۸۔ الباب: ۱/۵۰، ۲/۱۰۰)  
ان تمام مراجع میں ابو محمد الحارثی کو ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ علامہ حلبی نے ”الکشف الحثیث“ میں ذکر کر کے گویا صراحت کر دی ہے کہ یہ وضاع ہے اور من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔ یہی بات حافظ احمد السیماانی اور علامہ ذہبی نے کہی ہے۔ بلکہ انھوں نے تو اس کی مرتب کردہ مسند ابی حنیفہ کے بارے میں بھی فرمایا ہے:

”قد ألف مسنداً لأبي حنيفة الإمام وتعب عليه لكن فيه أوابدا ما تفوه بها الإمام، راجت على أبي محمد.“ (السیر: ۱۵/۴۲۵)  
”اس نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند تالیف کی ہے، اس کا بڑا استیعاب کیا مگر اس میں بڑی اجنبی روایات ہیں جو امام صاحب نے روایت نہیں کیں، ابو محمد کی وجہ سے وہ عام ہو گئی ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

جس سے اس مسند اور اس کے مصنف کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ آپ حافظ ذہبی کے اس تبصرے کی صداقت

سے دیگر حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔ ۸۲، ۸۱ سال عمر پائی اور ۳۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بعض نے ان کی وفات ۳۴۵ھ میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انھیں العلامة، الفقیہ، شیخ الحنفیہ بما وراء النہر اور ”کان محدثاً، جوالاً، رأساً فی الفقہ“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (العبر: ۲/۲۵۳)  
اسی طرح حافظ قاسم بن قرطبی کے ترجمے میں بھی ان کا ذکر ”عالم ما وراء النہر ومحدثہ، الإمام، العلامة“ کے القاب سے کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳/۸۵۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو انھیں ”الحافظ“ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ (تعجیل المنفعة: ۱/۲۳۹)  
مگر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ہی ذکر کیا ہے کہ استاد الحارثی کے تلمیذ حافظ احمد بن الحسین ابوزرعہ نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے اور امام حاکم نے فرمایا ہے:

”هو صاحب عجائب وأفراد عن الثقات.“  
”وہ ثقات سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن میں وہ منفرد ہے اور عجیب روایات بیان کرتا ہے۔“

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ابوسعید الرواس نے کہا: ”وہ حدیث گھڑنے میں متہم ہے۔“ احمد السیماانی کہتے ہیں: ”وہ یہ سند اس متن کے لیے اور اس متن کے لیے وہ سند گھڑتا تھا۔“ اور یہ وضع حدیث کی قسم ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے: ”یہ اس درجے کا نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ وہ صاحب عجائب و مناکیر ہے۔ ابن مندہ اس کے بارے حسن ظن رکھتے تھے۔“

حافظ للخلیلی نے کہا ہے:  
”اس کو حدیث کی معرفت تھی مگر وہ کمزور ہے اور محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔“

(۱) لسان المیزان میں محمد بن القاسم کے ترجمے میں اسی مسند کا ذکر ہے، جس کے حاشیہ میں شیخ ابوعبدہ نے السیر سے حافظ ذہبی کا مسند ابی حنیفہ پر یہ تبصرہ نقل کر کے گویا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ (لسان المیزان: ۳/۴۴۴)

اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔  
دفاع کی ناکام کوشش:

اس حقیقت کے برعکس شیخ ابو محمد الحارثی کے دفاع میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے، چنانچہ علامہ عبدالقادر قرشی نے میزان الاعتدال سے بحوالہ ابن جوزی ابوسعید الرواس کا قول ”متہم بوضع الحدیث“ نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

”عبد اللہ بن محمد اکبر وأجل من ابن الجوزي ومن أبي سعيد الرواس.“

(الجواهر المضیة: ۱/ ۲۹۰)

”عبد اللہ بن محمد، ابن جوزی اور ابوسعید الرواس سے بڑے

اور زیادہ جلیل القدر ہیں۔“

چلیے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عبد اللہ الحارثی، ابن جوزی اور ابوسعید سے زیادہ عظمت و شان رکھتے تھے۔ مگر یہ بھی دیانت کی کون سی معراج ہے کہ میزان الاعتدال سے ابن جوزی کے حوالے سے ابوسعید کا قول نقل کر کے ضمیر کا بوجھ کم کرنے کے لیے کہہ دیا جائے کہ عبد اللہ الحارثی، ابن جوزی اور ابوسعید سے زیادہ عظمت والے ہیں۔ مگر اسی میزان میں حافظ احمد السلبماني، حافظ ابوزرعہ احمد بن الحسین، امام حاکم، خطیب بغدادی اور حافظ الخلیلی کے اقوال سے صرف نظر کر لی جائے! کیا یہ سبھی حضرات بھی عبد اللہ الحارثی سے کم تر مرتبہ رکھتے ہیں! غالباً یہی وجہ ہے کہ ”الجواهر المضیة“ کے حنفی صحیح جناب حسن نعمانی صاحب نے علامہ قرشی کے اس قول پر حاشیے میں دیگر ائمہ حدیث کی جرح نقل کر کے اس کی کمزوری واضح کر دی ہے۔ عبد اللہ الحارثی کے فقیہ، کثیر الحدیث اور مفتی ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔ بلکہ ان پر بحیثیت راوی حدیث اور ایک محدث ہونے کے بحث ہے کہ وہ استدلال و احتجاج کے قابل ہیں؟ استدلال کیا، ان پر تو وضع حدیث کا الزام ہے اور وضاعین میں انھیں شمار کیا گیا ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ مسند الامام الاعظم کے ”محقق، علامہ،

محدث“ قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ ابو محمد الحارثی پر رد و قدح کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ وہ ضعفاء سے روایت کرتے ہیں، پھر بعض ضعفاء و متروکین کا ذکر کرتے ہیں کہ ان سے فلاں فلاں محدثین نے روایت کی ہے۔ لہذا ضعفاء سے روایت کرنا باعث قدح نہیں۔

(مقدمہ: ۳۳-۳۷)

اولاً: عرض ہے کہ ثقات کا ضعفاء و متروکین سے روایت کرنا ثقات پر قدح کا باعث نہیں تو کیا یہ ان ضعفاء کے ثقہ ہونے کی بھی دلیل ہے؟ اگر نہیں تو ابو محمد الحارثی کی توثیق کے حوالے سے یہ کہنا کہ اس سے حافظ ابن مندہ وغیرہ روایت کرتے ہیں (مقدمہ: ۵۲) حارثی کی توثیق کی دلیل کیسے ہے؟

ثانیاً: ابو محمد الحارثی کے بارے میں اعتراض ضعفاء و متروکین سے روایت کرنے پر ہی نہیں بلکہ وہ ثقات سے بھی عجائبات روایت کرتے ہیں، چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

”هو صاحب عجائب وأفراد عن الثقات.“

ثالثاً: اس کا ”صاحب عجائب“ ہونا اور بواطیل روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ضعفاء و ثقات کے نام پر وہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ حسین بن داود بن معاذ بلخی کے بارے میں بھی امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”له عندنا عجائب يستدل بها على حاله.“

(لسان: ۲/ ۲۸۳)

”ہمارے پاس اس کے عجائبات ہیں جن سے اس کے حال پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔“

خطیب بغدادی نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ اس کی حدیث موضوع ہے۔ مزید تفصیل کے لیے شیخ سید عبدالماجد الغوری کی معجم المصطلحات الحدیثیہ، ص: ۲۸۳، ۲۸۴ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح ”باطل“ کا اطلاق بھی موضوع حدیث پر ہوتا ہے۔ دیکھیے: معجم المصطلحات، ص: ۱۸۹۔ اس لیے ابو محمد حارثی ضعفاء و متروکین اور مجاہیل سے ہی روایت نہیں کرتا بلکہ ان کے نام پر



علامہ قاسمی کا ان کے دفاع میں یہ سہارا محض طفل تسلی ہے کہ ضعفاء و متروکین اور کذاہین سے روایت موجب قدح نہیں۔



مولانا ابو محمد خان بن علامہ عبد الجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات جماعت اہل حدیث کھنڈیلہ (بھارت) کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا ابو محمد خان بن علامہ عبد الجبار محدث کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ ستمبر ۲۰۱۱ء کو ضلع سیکسر (بھارت) میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ عرصے سے علیل تھے۔ ان کی عمر ۹۶ برس تھی۔ مدرسہ مصباح العلوم کھنڈیلہ کے مہتمم تھے۔ بہترین مبلغ، خطیب، معلم اور مربی تھے۔ ساری عمر درس و تدریس میں گزاری۔ احباب جماعت سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔ (محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی)

مولانا عبداللہ گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ کو صدمہ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور حاجی عبدالرحمن کے بیٹے محترم حاجی عبدالوہاب صاحب ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز منگل حاجی آباد فیصل آباد میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے خوش اخلاق، ملن سار اور نیک طینت شخصیت تھے۔ ان کی نماز جنازہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مولانا عبدالعزیز علوی (شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ) نے پڑھائی۔ کثیر احباب جنازے میں شریک ہوئے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد)

مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعائے صحت محترم مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ (صدر دارالدعوة السلفیہ، لاہور۔ پاکستان) ان دنوں بعارضہ ڈیٹنگی بخار علیل ہیں۔ گزشتہ دنوں ہسپتال میں زیر علاج بھی رہے۔ اب الحمد للہ گھر تشریف لے آئے ہیں اور استراحت فرما رہے ہیں۔ احباب موصوف محترم کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔ اللھم اشفہ شفاءً کاملاً عاجلاً۔ (ادارہ)

موضوعات بھی بیان کرتا ہے۔ جس کی مثالیں آئندہ ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئیں گی۔

رابعاً: ضعفاء و متروکین سے روایت اگرچہ بعض ائمہ کے نزدیک درست ہے مگر اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک جائز نہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فکل من کان متھماً فی الحدیث فی الکذب أو کان مغفلاً یخطئ الکثیر فالذی اختاره أكثر أهل الحدیث من الأئمة أن لا یشتغل بالروایة عنه.“ (العلل مع التحفة: ۳۹۰/۴)

”جو حدیث میں جھوٹ بولنے سے متہم ہو یا مغفل کثیر الخطأ ہو، اکثر ائمہ محدثین کا موقف ہے کہ اس کی روایت سے شغل نہ رکھا جائے۔“

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اسی مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام ابن ابی حاتم سے نقل کرتے ہیں:

”أنه یجوز روایة حدیث من کثرت غفلته فی غیر الأحکام، وأما روایة أهل التهمة بالكذب فلا تجوز إلا مع بیان حاله، وهذا هو الصحيح.“ (شرح العلل: ۳۸۷/۱)

”جو راوی کثرت غفلت کا شکار ہو اس کی روایت احکام کے علاوہ زہد، ترغیب اور آداب میں بیان کرنا جائز ہے مگر متہم بالکذب کی روایت اس کی حالت بیان کرنے کے بغیر جائز نہیں اور یہی موقف صحیح ہے۔“

اس لیے محدثین کا رائج اور صحیح موقف یہی ہے کہ کثیر الخطأ اور متہم بالکذب کی روایت بیان کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی محدث اور ثقہ راوی ایسے راوی کی حدیث بیان کرتا ہے تو یہ اس کی توثیق نہیں، اور نہ ہی یہ ثقہ راوی کی تضعیف کا موجب ہے۔ ابو محمد حارثی تو خود ثقہ راوی نہیں ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ کذاہین سے بہ کثرت روایات لیتے ہیں بلکہ ثقات سے بھی ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو باطل ہیں۔ لہذا



## علمائے اہل حدیث کے بابِ عالی پر ایک دستک

پر خلوص شکریے اور شکوے کے ساتھ

پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی اور کتاب و سنت پر مبنی مسلک اہل حدیث پر گامزن فرمایا۔ فلله الحمد والشکر علی نعمائه العظيمة و آلائه الجسمية۔

حمد و ثناء کے بعد! بے حد و حساب اور الی ابد الدہر دود و سلام ہوں محسن انسانیت، رحمت عالم، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر جنھوں نے نوع انسانی کو ظلمت و جہالت سے نکال کر علم و آگہی سے روشناس کروایا، جینے کا گر سکھایا، نفرتوں کو مٹایا، محبت کے دیپ جلانے اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم سے متعارف کروایا، فردوسِ اعلیٰ کی راہ پہ چلایا، اور گمراہی و تباہی سے بچایا اور جن و انس کو سعادت دارین کے حصول کا طریقہ بتایا۔

فیارب! صل وسلم دائماً أبدا  
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”من لم يشكر الناس، لم يشكر الله.“

(صحیح الجامع)

یعنی جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا۔

قارئین گرامی قدر! تذکرۂ اسلاف سے روحوں کو جلا ملتی ہے، اپنے کردار و عمل کا محاسبہ کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی اصلاح کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اور جمعیت اور معاشرے کے افراد کا ضمیر انھیں جھنجھوڑتا ہے۔

تھے تو آباء و ہمتھارے ہی مگر تم کیا ہو  
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

الحمد لله العلي الوهاب حمد الشاكرين،  
والصلاة والسلام على المبعوث رحمة  
للعالمين نبينا محمد سيد الأولين والآخرين  
دائمين متلازمين إلى يوم الدين، وعلى آله  
الأطهار وأصحابه الأخيار ومن انتهج  
منهجهم وسلك سبيلهم أجمعين۔

سب سے پہلے میں اپنے منعم حقیقی، ولی نعم، مالک ارض و سماء، کریم و وہاب پروردگار اللہ جل شانہ کا شکر بجالاتا ہوں کہ جس نے ہم پہ اپنی رحمتوں کی برکھا کچھ اس طرح برسائی ہے کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (لقمان : ۲۰)

”اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بھرمار کر دی ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ

رَحِيمٌ﴾ (النحل : ۱۸)

”اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی چاہو تو نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ ذات والا صفات بلا شک و شبہ غفور اور رحیم ہے۔“

اسی مالک کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات انسان بنایا۔ سید البشر، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے امتی ہونے کی عظیم سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ اسلام جیسا ارفع و اعلیٰ اور اپنا پسندیدہ دین عطا فرمایا اور نبی رحمت ﷺ کی وصیت:

”ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم  
بہما: کتاب اللہ و سنتی.“ (موطأ)

|  |     |   |
|--|-----|---|
| ۶۴۵  | ۲۶  | ۴۔ قافلہ حدیث                             |
| ۶۹۶  | ۱۸۵ | ۵۔ اہل حدیث خدام قرآن                     |
| ۵۰۲  | ۷   | ۶۔ ہفت اقلیم                              |
| ۶۰۰  | ۱   | ۷۔ میاں عبدالعزیز مالواڈہ                 |
| ۶۷۳  | ۶۰  | ۸۔ دبستان حدیث                            |
| ۵۵۹  | ۸۴  | ۹۔ گلستان حدیث                            |
| ۲۴۳  | ۱   | ۱۰۔ میاں فضل حق رحمہ اللہ                 |
| ۴۴۶  | ۱   | ۱۱۔ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ           |
| ۲۰۸  | ۳   | ۱۲۔ قصوری خاندان                          |
| ۴۵۰  | ۱   | ۱۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ |
| ۲۴۷  | ۱   | ۱۴۔ مولانا احمد دین لکھڑوی رحمہ اللہ      |
| اور اس پر مستزاد یہ کہ ہر شخصیت کے تذکرے کے ضمن میں دسیوں دیگر شخصیات کا ذکر خیر بھی آ گیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اپنی سرگزشت ”گزر گئی گزران“ کے دلچسپ نام سے قلمبند کر کے قارئین کو بہت سی مفید تاریخی معلومات فراہم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤرخ اہل حدیث کو بہترین جزا سے نوازے۔ آمین!  |     |   |
| قارئین کرام! تاریخ نویسی اور سوانح نگاری ایک انتہائی مشکل، محنت طلب اور ذمہ دارانہ کام ہے کیونکہ مؤرخ کی قلم کی ذرا سی لغزش سے تخت سے تختہ، دعا سے دعا اور محرم سے مجرم بن جاتا ہے اور تاریخ سے تنقیص بن جاتی ہے۔ اصحاب تراجم کی سوانح حیات اور واقعات زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے بعض اوقات مشکل اور طویل سفر اور مختلف لوگوں سے بار بار رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے صحت و بہت کے ساتھ وقت اور مالی وسائل کی شدید ضرورت ہے۔ اسی لیے جماعتوں کی تاریخ مرتب کرنا فرد واحد کے بس کا روگ نہیں بلکہ یہ تنظیمی اور جماعتی سطح پر کیا جانے والا کام ہے۔ کاش! من حیث الجماعت تنظیموں کے ذمہ داران اس حقیقت کا ادراک کریں اور ایسے باصلاحیت افراد کی سرپرستی کریں جو یہ اہم اور عظیم ذمہ داری ادا کرنے کی لیاقت اور اہلیت رکھتے ہیں۔ |     |   |
| اللہ تعالیٰ مؤرخ اہل حدیث کی عمر اور صحت میں برکت کرے، جو  |     |   |

اور اپنی تاریخ کا مطالعہ ہی افراد میں یہ شعور بیدار کرتا ہے کہ ہماری پستی و تنزلی کے اسباب کیا ہیں۔

گنوا دی ہم نے اسلاف سے جو میراث پائی تھی  
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا  
اور اپنے اسلاف کے سوانح حیات کا مطالعہ ہی ہمیں اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلاتا ہے اور دور اسلاف کی شان و شوکت اور عروج و ارتقا کا راز ہمیں بتلاتا ہے۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی  
تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ  
میں دل کی گہرائیوں سے مؤرخ اہل حدیث، برصغیر کے منفرد خاکہ نگار اور ادیب محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ متعنا اللہ بطول حیات۔

کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے ہمارے اسلاف کی تاریخ سے ہمیں روشناس کروایا اور برصغیر کے علمائے اہل حدیث اور معروف علمی شخصیات کی جہود و خدمات اور ان کی سوانح حیات سے ہمیں متعارف کروایا۔ وہ یقیناً سوانح نگاری اور تاریخ نویسی کے فن میں ایک عظیم قائد اور پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان کے اشہب قلم کا میدان تو بہت وسیع ہے لیکن ان کے سیال قلم سے رقم ہونے والے شخصیات کے سیر و سوانح پر مشتمل ان کے تیار کردہ چند گلدستے اور ان کے مرتب کردہ جواہر پاروں پر مشتمل ان کی چند تاریخی دستاویزات میرے سامنے ہیں جن سے ان کی تاریخ نویسی اور سوانح نگاری کے ذوق، ان کے اس فن میں شغف اور تاریخ نویسی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق انھوں نے شخصیات کے حوالے سے تقریباً پندرہ کتابیں ترتیب دی ہیں، جن میں تقریباً چار صد تیس (۴۳۰) قابل قدر شخصیات کے تراجم و حالات زندگی قلمبند کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے درج ذیل جدول ملاحظہ فرمائیں:

| نمبر شمار و نام کتاب | شخصیات کی تعداد | صفحات |
|----------------------|-----------------|-------|
| ۱۔ نقوش عظمت رفتہ    | ۲۱              | ۶۴۰   |
| ۲۔ بزم ارجمنداں      | ۱۹              | ۶۳۰   |
| ۳۔ کاروان سلف        | ۲۰              | ۵۲۸   |

شب و روز اور ہمتن مصروف ہیں۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ  
و کثر اللہ فینا أمثاله

اسی طرح قابل تحسین اور شکرے کے مستحق ہیں وہ تمام قابل قدر  
شخصیات جو برصغیر میں اہل حدیث کی تاریخ کو مرتب کرنے والے  
سعادت مند گروہ میں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر ماضی قریب میں شیخ  
الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی،  
مولانا محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی، مولانا ابوبکی امام خان نوشہروی، مولانا  
عبدالجبار سوہدروی<sup>(۱)</sup> مولانا عبدالعظیم انصاری، قاضی محمد اسلم سیف  
فیروز پوری اور دیگر قابل قدر شخصیات (رحمہم اللہ رحمة  
واسعة و أسکنہم فسیح جناتہ۔)

اور موجودین میں سے جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب جناب  
عبدالرشید عراقی، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا  
برق توحیدی اور مولانا ثناء اللہ عمری حفظہم اللہ اور دیگر تمام قابل احترام  
علمائے کرام جو گاہے بگاہے اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے رہتے  
ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی جہود قبول فرمائے۔ آمین  
خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے:

گلے شکوے بھی ہمیشہ اپنوں سے ہی ہوتے ہیں۔ اور پھر میرا گلہ  
تقدید و اعتراض نہیں بلکہ عقیدت مندانہ اپیل اور چاہت کا اظہار  
ہے۔ جس کی توضیح یوں ہے کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اس  
وقت امیر جمعیت سید محمد داود غزنوی، شیخ جمعیت مولانا محمد اسماعیل سلفی،  
سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی، خطیب سحر بیان حافظ محمد  
اسماعیل روپڑی، خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخو پوری، حافظ محمد  
اسماعیل ذبیح، سید عبدالغنی شاہ صاحب کاموکی، مولانا عبدالرزاق احمد  
پور شرقیہ، حافظ عبدالحق صدیقی ساہیوال، استاذ المناظرین مولانا  
احمد الدین لکھڑوی، شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی،  
مناظر اسلام مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، مقرر دلتشین مناظر اسلام  
مولانا محمد رفیق مدن پوری، مفکر اسلام حافظ محمد ابراہیم کیر پوری رحمہم اللہ

اس پیرانہ سالی میں وسائل اور کسی جماعتی سرپرستی نہ ہونے کے باوجود  
تاریخ مرتب کرنے کی غرض سے لمبے لمبے سفر کر کے معلومات اکٹھی  
کرتے ہیں، احباب سے رابطہ قائم کر کے مختلف شخصیات کے بارے  
میں معلومات جمع کرتے ہیں، پھر اپنے ”غریب خانہ“ میں بیٹھ کر ایک  
سلیقہ اور قرینے سے وہ معلومات بلا کم و کاست مرتب کرتے اور  
کمپوزنگ کے لیے بھیجتے ہیں اور پھر متعدد بار خود اس کی پروف ریڈنگ  
کرتے ہیں، پھر ناشرین کی خدمت میں کئی کئی بار تصحیح اخطاء کی غرض سے  
تشریف لے جاتے اور پھر پریس والوں کی وعدہ وفائیوں کے ستم اٹھاتے  
ہیں۔ ان تمام تھکا دینے والے مراحل کو طے کرنے کے بعد گلہائے رنگ  
رنگ کا ایک خوشنما گلدستہ معلومات کا ایک نادر مرقع اور ایک تاریخی  
دستاویز تیار کر کے قارئین کرام اور احباب جماعت کی خدمت میں پیش  
کرتے ہیں جسے ہم آرام کرسیوں، نرم گدلیوں اور ٹھنڈی نشست گاہوں  
میں بیٹھ کر پڑھتے اور محظوظ ہوتے ہیں، اور اپنے اسلاف کے زریں  
کارناموں سے آگاہی حاصل کر کے مسرور ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ رب  
کریم مؤرخ اہل حدیث کو اس کی بہترین جزا اور بدلہ عطا کرے گا۔

(مؤرخ اہل حدیث سے معذرت کے ساتھ کیونکہ آئندہ چند  
سطوران کے مزاج کے خلاف ہیں۔)

لیکن اے اصحاب حل و عقد اور احباب جماعت! آپ نے اس  
عظیم اور فرید الدہر شخصیت کی کیا خدمت کی؟ ان کی صلاحیتوں سے  
کیا استفادہ کیا؟ انھیں کیا سہولیات فراہم کیں؟ ان جیسی شخصیات  
مرجع خلاق ہوتی ہیں۔ ہر طبقہ کے لوگ ان سے رابطہ کرتے ہیں۔ اور  
پھر بھٹی صاحب جیسے مہمان نواز جو مہمان کی خدمت کر کے خوش  
ہوتے ہیں۔ اپنی ہمت کے مطابق ہر مہمان کے مزاج و مرتبے کے  
لحاظ سے اور موقع و محل کی مناسبت سے ان کی میزبانی میں کوئی کسر نہیں  
اٹھا رکھتے۔ کبھی ہم نے سوچا کہ ان کے اخراجات کا حجم کیا ہو سکتا ہے؟  
لیکن آفرین ہے اس درویش منش، سادہ مزاج اور خودار شخصیت پر  
جنھوں نے اس حوالے سے نہ کبھی کسی سے شکوہ کیا اور نہ مطالبہ، بلکہ  
اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسائل پر قناعت کر کے جماعتی خدمت میں

(۱) ان علماء کی صف میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جو الاعتصام میں گم نام اور گوشہ نشین علماء کے حالات شائع  
کرنے کا ہمیشہ اہتمام کرتے تھے۔ (ادارہ)

احوال اور کارناموں کے وہ چشم دید گواہ ہیں، اسی لیے تنظیمی اجلاسوں میں ان کے خطابات میں بہت سی تاریخی معلومات سننے کو ملتی ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ دنوں انھوں نے خطیب خوش بیان حضرت حافظ محمد اسماعیل روپڑی مرحوم کے بارے میں مضمون لکھ کر بہت سی معلومات فراہم کی ہیں، مثلاً جمعیت شبان اہل حدیث کا قیام اور نام حافظ صاحب ہی کا تجویز کردہ تھا اور اسی طرح تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے قیام کا مشورہ اور نام مولانا میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کا تجویز کردہ ہے وغیرہ۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر مولانا موصوف اپنے ضبط صدر کو ضبط کتاب میں تحویل کر دیں اور اپنی یادداشت میں محفوظ معلومات کو سپرد قلم کر کے زینت قرطاس بنادیں تاکہ دوسرے لوگ بھی اپنے اسلاف کی جہود اور زریں کارناموں سے آگاہ ہو سکیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث اور بالخصوص فیصل آباد کی متمول جماعت اگر مولانا کے ساتھ ہمہ قسم کا تعاون کر کے ان سے یہ عظیم کام کروالے تو مسلک کی بہت بڑی خدمت اور تاریخ اہل حدیث کے سلسلے میں ان کا گرانقدر تعاون ہوگا، نیز مولانا کو اپنی خود نوشت سوانح بھی مرتب کرنی چاہیے جو بذات خود بہت سی معلومات کا مرقع ہوگی۔

اسی طرح ہمارے فاضل دوست مولانا محمد اشرف جاوید صاحب، مکتبہ دارالرقم والے، انھوں نے معاصر اکابرین کے حالات بڑی جانفشانی سے جمع کیے ہیں۔ جو ان کے پاس غیر مرتب کیفیت میں موجود ہیں۔ اگر جماعت توجہ مبذول کرے اور جاوید صاحب سے یہ معلومات مرتب کروا کر تاریخ اہل حدیث کا حصہ بنادے تو یقیناً یہ نوادرات ضائع ہونے سے بچ سکتے ہیں۔

اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب جہال خانوآنہ، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ الفلاح، شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق چیمہ، مناظر اسلام مولانا محمد رفیق مدن پوری رحمہ اللہ کے بارے ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کے صاحب علم و فضل، محقق اہل حدیث مولانا ارشاد الحق اثری صاحب اور ان کے رفقاء لکھیں۔ اور مناظر اسلام مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا یوسف انور صاحب معلومات فراہم کریں تو یہ امر مزید دلچسپی کا باعث ہوگا۔

شیخ القرآن خطیب پاکستان کے بارے میں اگرچہ ان کے لائق

ہر گھر میں ذکر خیر اور ہر مجلس میں ان کا تذکار جمیل ہوتا اور مسلک اہل حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے ان کی ان تھک جہود کو سراہا جاتا اور ان کے لیے دعائے خیر کی جاتی اور نیک جذبات کا اظہار کیا جاتا تھا۔ ان مذکورہ اکابرین کی جہود و خدمات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی دل میں شدید خواہش تھی۔ الحمد للہ مؤرخ اہل حدیث رحمہ اللہ کی مساعی جیلہ سے یہ تشنگی کافی حد تک دور ہوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دل میں ہمیشہ سے یہ تمننا بھی رہی ہے کہ ذی وقار علمائے روپڑ حافظ عبد الغفار روپڑی یا مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی، روپڑی خاندان کے بارے میں لکھیں اور لکھوی خاندان کے بارے میں لکھوی علماء میں سے اور غزنوی خاندان کے بارے میں سید جنید غزنوی لکھیں تو وہ سونے پر سہاگا ہوگا اور یہ مسلک کی خدمت بھی ہوگی اور اپنے اسلاف کے ساتھ اظہار عقیدت بھی۔ کیونکہ ”صاحب البیت أدری بما فیہ“ (گھر کا مالک اپنے گھر کے متعلق خوب جانتا ہے۔) اور انھی جذبات اور تمنناؤں کا اظہار مؤرخ اہل حدیث اپنی مؤلفات میں جا بجا کر چکے ہیں۔

جماعت کی مایہ ناز شخصیت مولانا محمد یوسف انور صاحب رحمہ اللہ، جو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مرکزی قائدین میں سے ہیں اور تمام مسلک اور مکاتب فکر کے ہاں ان کا یکساں احترام پایا جاتا ہے اور مقامی طور پر، مذہبی اور سیاسی سطح پر معروف اور قابل قدر شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تقریری و تحریری دونوں اعتبار سے اظہار مافی الضمیر کے ملکہ اور صلاحیت سے نوازا ہے۔ وہ مختصر اور جامع الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی گفتگو میں روانی اور تسلسل اور تحریر میں شگفتگی اور ادبی چاشنی پائی جاتی ہے۔ چونکہ وہ بدو شعور ہی سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہر دور میں جماعت کے کسی نہ کسی اہم عہدے اور منصب پہ فائز رہے ہیں، اور فیصل آباد شہر کی اہم مساجد کی خطابت ان کے سپرد رہی ہے، اور اب بھی مرکزی مسجد کے خطیب ہیں۔ اکابرین جماعت کے ساتھ ان کی عقیدت اور تعلق اور جماعت کے انتظامی امور میں دل چسپی کی بنا پر جماعت کے اہم واقعات اور اکابرین جماعت کے

فرزند اور فاضل جانشین خطیب دلپذیر مولانا عطاء الرحمن ایم۔ اے  
رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر سی سوانح عمری مرتب کی ہے لیکن جس محبوب عوام  
شخصیت کی خدمات کا دائرہ پون صدی پر محیط ہو اس کے بارے میں  
یہ معلومات نا کافی ہیں۔ ان کے فرزند ان گرامی قدر حافظ عبد الرحمن  
اور مولانا عزیز الرحمن صاحبان کو اس کی طرف ضرور توجہ دینی چاہیے۔  
اسی طرح مناظر اسلام حافظ محمد عبد اللہ شیخ پوری رحمہ اللہ کے فاضل  
جانشینوں کو اپنے والد گرامی کے سوانح اور خدمات احاطہ تحریر میں لا کر  
تاریخ اہل حدیث کے زیریں اوراق میں شامل کرنا چاہیے۔

ضلع خانیوال میں کتاب وسنت کا فیض جاری کرنے والے نمونہ  
سلف شیخ الحدیث ابو الحسنات مولانا علی محمد سعیدی مرحوم کی جہود  
وخدمات سے متعلق معلومات ممتاز مذہبی اسکالر ڈاکٹر عبد الرشید اظہریا  
مولانا کے فرزند ارجمند محترم قاری ظہیر احمد سعیدی فاضل مدینہ  
یونیورسٹی فراہم کریں۔ اور شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود (جلال پور پیر  
والہ) کے بارے میں مولانا محمد رفیق اثری صاحب یا پروفیسر محمد یحییٰ  
صاحب قلم کو حرکت دیں اور نوجوان نسل کو ان سے متعارف کروائیں۔

**اپیل:** قارئین محترم! تبلیغ دین اور قرآن وحدیث کی نشرو  
اشاعت نبی مکرم ﷺ کا مشن اور آپ کے جانشین اور قابل فخر  
شاگردان گرامی قدر حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا  
مقصد حیات اور مہم نظر رہا ہے اور یہی جماعت اہل حدیث کا اصلی ہدف  
اور مسلک اہل حدیث کا نقطہ نظر ہے۔ اس لیے دعوت اہل حدیث کو گھر  
گھر پہنچانے اور دین حق کی خاطر اپنے اسلاف کی جہود و مساعی سے  
تمام مسلمان بہن بھائیوں کو روشناس کروانے کے لیے ہمیں درج ذیل  
چند اقدامات اور عملی کاوشوں پر خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہیے:

۱: تاریخ اہل حدیث مرتب کرنے والے علماء و مشائخ کی کفالت  
اور سرپرستی کرنا۔

۲: جماعتی طور پر تاریخ اہل حدیث سے متعلق کتب کی طباعت کا  
اہتمام اور توزیع کرنا۔

۳: تمام اہل حدیث گھرانے ان کتب کو خریدنے اور تمام خواندہ افراد

ان کے مطالعے کا اہتمام کریں۔  
۴: متمول اور مخیر حضرات کتب خرید کر اپنے احباب اور ان حضرات  
کو جو خریدنے کی ہمت نہیں رکھتے گفت (تحفہ) کے طور پر دیں۔  
۵: تمام لائبریریوں اور دارالمطالعہ جات کو یہ کتب فراہم کی جائیں۔  
۶: تمام اہل حدیث علماء اور خطباء ان کتابوں کو خریدیں اور ان کا  
مطالعہ کریں۔

۷: تمام جماعتی رسائل، مثلاً: (۱) ہفت روزہ اہل حدیث (لاہور)۔  
(۲) ہفت روزہ الاعتصام (لاہور)۔ (۳) ماہنامہ محدث  
(لاہور)۔ (۴) ماہنامہ ترجمان الحدیث (جامعہ سلفیہ فیصل  
آباد)۔ (۵) ماہنامہ التوحید (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔ (۶) تنظیم اہل  
حدیث اور ”الاخوة“ (لاہور) وغیرہ۔ یہ رسائل تمام اہل حدیث  
حضرات کو جاری کروانے چاہئیں۔ اس سے ایک تو دینی مسائل  
اور کتب وسنت کی تعلیمات سے آشنائی ہوتی ہے، علمی و تحقیقی مضامین  
پڑھنے کو ملتے ہیں اور علمائے کرام کے فتاویٰ جات سے آگاہی ہوتی  
ہے، نیز اس سے دعوت اہل حدیث کو فروغ ملے گا۔ دوسرا جماعتی اخبار  
واحوال سے آگاہی ہوتی ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اس سے ان رسائل کا  
تعاون ہوگا اور تبلیغ دین کا یہ مؤثر ترین ذریعہ جاری و ساری رہے گا۔  
لہذا تمام اہل حدیث دارالمطالعہ جات، لائبریریوں، دفاتر اور اداروں  
اور افراد کو یہ رسائل جاری کروا کر کتب وسنت کی نشرو اشاعت میں  
ضرور حصہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اپیل کنندہ / خادم العلم والعلماء

عبدالحق مدنی

کویت۔ ۲۹/۹/۲۰۱۱م

گزشتہ سطور تحریر کرنے کے بعد یہ افسوسناک اطلاع ملی ہے کہ  
مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کو حادثہ پیش آیا ہے  
جس میں ان کا دایاں بازو متاثر ہوا ہے۔ تمام احباب سے ان کی  
صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) بحمد اللہ وفضلہ اور نیاز مندوں کی پر خلوص دعاؤں کی وجہ سے مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیزی سے روبہ صحت ہیں۔ اللہ انھیں مکمل شفا سے نوازے تاکہ  
وہ علم اور علماء کی مزید خدمت کر سکیں۔ (ادارہ)

”کلمہ حق“ کے عنوان سے محترم مولانا فضل الرحمن الازہری رحمہ اللہ نے ہمیں اپنے اشعار بغرض اشاعت ”الاعتصام“ ارسال فرمائے تھے۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے شمارہ ۴۰ میں انھیں شائع کیا گیا۔ لیکن بعض تسامح شائع ہونے پر انھیں دوبارہ من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔ اس پر ادارہ مولانا محترم اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

## کلمہ حق

انتہا ظالم کے ظلم کی کبھی ہوتی نہیں  
 دعا مظلوم کی بھی رد کبھی ہوتی نہیں  
 قبول ہونے میں دیر اگرچہ ہو جاتی ہے  
 ظالم کو مگر اس کے انجام تک پہنچاتی ہے  
 ظلم انسان کو اندھا ایسے کر دیتا ہے  
 اندھیرا رات کا جیسے ہر شے پر چھا جاتا ہے  
 ہر رات کے بعد اجالے نے تو آنا ہوتا ہے  
 تاریکی کے ہر نشان کو اس نے مٹانا ہوتا ہے  
 مظلوم مظاہرہ صبر کا جب کرتا ہے  
 رب العزت سہارا اس کا بن جاتا ہے  
 مسلمان رب اپنے سے مایوس کبھی ہوتا نہیں  
 وہ بھی مایوس اس کو کبھی کرتا نہیں  
 اپنے بندوں کی مدد ہمیشہ وہ کرتا آیا ہے  
 وعدہ ہے یہ جسے وہ نبھاتا آیا ہے  
 ضرورت اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے کی ہے  
 ظالم کے ظلم کو مٹانے میں کوشاں رہنے کی ہے  
 کلمہ حق کہتے رہنا بھی افضل الجہاد ہے  
 غلبہ حق کی یہی اصل بنیاد ہے

(مولانا فضل الرحمن بن محمد)